إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ

سیرت حسن

ترجمہ

تاریخ گبن

حالات متعلقہ اہل اسلام و فتوح العجم والمصر والشام

جسکو

مولوی نور بخش صاحب ایم اے نقشبندی توکلی نے برائے خوشنودی مزاج
ہادی دین متین قبلۂ اہل یقین رہبر راہ طریقت کاشف اسرار حقیقت مرشدنا حضرت شاہ
توکل شاہ صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

بہ تحریک جناب منشی محمد قاسم صاحب قاسم نقشہ نویس نقشبندی توکلی مجددی
سنہ ۱۳۱۱ھ مطابق سنہ ۱۸۹۴ء ترجمہ کیا۔

مطبع فاروقی دہلی میں چھپی

قیمت
(بلا محصول ڈاک)

فہرست مضامین سیرت حسن - ۱۳۰۳

ازنتایج طبع مولانا ذوالفقار حسین صاحب دہلوی المتخلص بہ عشقی

اے حضرت نوربخش باصدق و صفا	تاریخ گبن کا ترجمہ خوب لکھا
تھا فکر عشقی کو کیا لکھوں اسکے سال	تاریخ عجیب ہے یہ ہاتف نے کہا

سنہ ۱۳۱۰ ہجری المقدس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ان دنوں چونکہ ہر ایک قوم اپنے قدیمی تاریخی حالات کسی قدر شوق کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے۔ ہمارے نوتعلیم یافتہ ینگ مسلمان بھی اس سے کچھ حصہ لینے لگے۔ گو انکی دلچسپی کے لیے عربی فارسی اردو زبانیں ایسے ذخیروں سے خالی نہ تھیں۔ لیکن نہیں! یہ مسلم جنریشن آج کل ہندوستان میں جس سٹائل سے تعلیم پا رہی ہے۔ اُس کے لیے بہت ضروری امر تھا۔ کہ اُسی ٹائپ کی تاریخ بھی پیش کی جاتی۔ انگریزی میں گبن صاحب کی تاریخ سے زیادہ صحیح اور مستند کوئی دوسری تاریخ نہیں۔ اس لیے میرے قیاس میں یہ مناسب معلوم ہوا کہ اُسکا وہ حصہ جو بالخصوص اس قوم کے قدیمی حالات کی دلچسپیوں سے تعلق رکھتا ہے۔ ترجمہ ہوکر شایع کیا جائے اگرچہ اس کام کے سرانجام دینے میں بہت سی دقتوں کا سامنا ہوا۔ لیکن صرف ایک قومی خدمت کے خیال نے اُن تمام دقتوں کو آسانی سے بدلکر

مجھکو ہرگز تبدیل نہیں ہونے دیا۔ میں نے اس ترجمہ میں ذیل کی چند باتوں کا بھی خیال رکھا ہے

اول۔ جہانتک ممکن ہو سکا ترجمہ لفظی کیا ہے۔ تاکہ تاریخ بینی کے علاوہ ترجمہ کا بھی فایدہ حاصل ہو سکے ٭

دوم۔ ایسے بیانات پر جس میں اختلاف واقع ہوا ہے صحیح یعنی تصدیق شدہ طور سے نوٹ یا حاشیہ دیا ہے ٭

سوم۔ اُن اعتراضوں کو جو مصنف نے اپنے تعصب یا کوتہ اندیشی سے اسلام پر کیئے ہیں۔ مناسب الفاظ اور حق بینی سے جواب دیا ہے۔

میرے قیاس میں یہ ترجمہ نہ صرف مسلمانوں ہی کو بلکہ ان دوسری قوموں کو بھی جو صرف اُنھیں نوٹوں یا غیر تصدیق شدہ تصویریوں کو مدنظر رکھکے اسلام کو ایک مہیب اور ڈراونی صورت میں ظاہر کرتے ہیں فایدہ بخش ہوگا۔ میں امید کرتا ہوں ہر ایک شخص جسکو ذرا بھی انصاف اور حق بینی سے مس ہوگا اس رسالہ کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھیگا۔ اور مترجم کو دعاے خیر سے یاد فرمائے گا۔

نور بخش ایم۔ اے

دیباچہ

عربستان کے فساد اور تبدیلی مذہب سے اہل عرب کی عادات میں کچھ فرق نہ پڑا
تھا۔ حضرت محمد صلعم کی وفات آزادی کے لیئے گویا ایک اشارہ تھی۔ آپ کی حکومت
اور مذہب کی نوساختہ عمارت ڈگمگا گئی۔ آپ کے شاگردوں میں سے صرف ایک قلیل جماعت
تھی جس نے آپ کے فصیح لکچروں کو بغور سنا۔ اور تکلیف میں آپ کا ساتھ دیا۔ اس وفادار
جماعت میں اول وہ لوگ تھے جنہوں نے اہل مکہ کی اذیتوں سے تنگ آکر آپ کے ساتھ
ہجرت اختیار کی تھی۔ دوئم وہ جنہوں نے شہر مدینہ میں اُس مہاجر یعنی محمد صلعم کو اپنے ہاں
پناہ دی تھی۔ اُنکے علاوہ دیگر ہزارہا نومسلمین نے تلوار کے خوف یا غنیمت کی حرص سے
اُن حضرت کو اپنا بادشاہ اور پیغمبر تسلیم کرلیا تھا۔ مشرک لوگ ایک بے تعلق اور غیر محسوس
خدا کے سیدھے سادے خیال سے پریشان تھے۔ مغرور نصاری اور یہود ایک فانی ہمعصر
واضع قوانین (یعنی رسول مقبول) کی اطاعت سے متنفر ہے۔ ان کی اعتقاد اور اطاعت
کی عادات کامل طور سے محکم نہ ہوئی تھیں۔ اور بہت سے نومسلم دین موسوی کی عزیز
قدامت۔ رومن کیتھولک چرچ کی رسومات اور مخفی اسرار یا اپنے مشرک آباؤاجداد کے
بتوں۔ قربانیوں اور عیش کے تیوہاروں پر حسرت ظاہر کرتے تھے۔ اقوام عرب کے متضاد
مطالب اور خاندانی جنگ وجدال سے ابتک اجماع اور ماتحتی کا سلسلہ پیدا ہوا تھا۔ اور
بدوی لوگ ایسے نرم قوانین امن وامان پر اکتفا نہ کرتے تھے۔ جو انکے جوش یا رسوات

کے مانع تھے ۔ بعد ازیں و بیش وہ قرآن شریف کے مذہبی مسائل ۔ شراب سے پرہیز
رمضان شریف کے روزوں اور روزمرہ کی پنجگانہ نماز پر ایمان لے آئے تھے ۔ اور دوامی
جزیہ اور اُس زکوۃ اور عشر میں جو مدینہ کے خزانے کے لیئے جمع کیے جاتے تھے ۔ صرف نام ہی
کا فرق تھا ۔ حضرت محمد صلعم کی یہ حالت دیکھکر تعصب یا فریب کا جوش پیدا ہو گیا تھا ۔ اور
آپ کے کئی مخالف ہمسروں نے آپکی نافرمانی کرنے یا آپ کے طور کی نقل اُتارنے کی گستاخانہ
جرأت کی ۔ خلیفہ اول کے پاس جو مہاجرین اور معاونوں کے سردار تھے ۔ شہر مکہ مدینہ اور
طایف رہگئے تھے ۔ اگر ایک برمحل ملامت قریشیوں کی بیہودگی کے مانع نہوتے ۔ تو شاید
کعبہ میں وہ پھر بتوں کو رکھ لیتے ۔ (حضرت ابوبکر نے اہل مکہ سے مخاطب ہو کر یوں کہا کہ
"اے اہل مکہ ! مذہب اسلام قبول کرنے کیلیئے گیا تم سب سے آخر اور اسے ترک کرنے کیلیئے سب سے اول ہو گے"
پھر مسلمانوں کو نصیحت کر کے کہ تم خدا اور رسول کی مدد پر بھروسہ رکھو ۔ خلیفہ اول نے ارادہ کیا ۔ کہ
ایک سخت حملہ سے باغیوں کی جمعیت کو پراگندہ کر دیں ۔ عورتیں اور بچے امن سے پہاڑوں
کی غاروں میں پناہ گزین کر دیے گئے ۔ اور غازیوں نے جو گیارہ جھنڈوں تلے سفر کر رہے
تھے ۔ اپنے ہتھیاروں کا خوف دور دور پھیلا دیا تھا ۔ اور جنگی فوج کے نظارہ سے مومنوں
کی وفاداری میں دوبارہ جان پڑ گئی ۔ اور ان کے ایمان مستحکم ہو گئے ۔ متذبذب اقوام
نے تائب ہو کر انکساری سے فرائض نماز و روزہ اور زکوۃ کو قبول کر لیا ۔ اور چند فتوحات
اور پراگندگی کے بعد بہادر سے بہادر منکرین خلیفہ زمان اور خالد کی تلوار کے آگے
سر بسجود گر پڑے ۔ بحیرہ قلزم اور خلیج فارس کے درمیان یمامہ کے زرخیز صوبہ
میں ایک شہر میں جو مدینہ سے کچھ کم نہ تھا ایک طاقتور سردار مسیلمہ نامی نے
پیغمبری کا دعوے کیا ۔ اور قوم حنیفہ نے اسکے قول کی تصدیق کی ۔ اس کی شہرت

سنکر ایک عورت؎ مدعیہ نبوت اسکے پاس آئی - یہ خاصان خدا علم وعمل کی شائستگی کو حقارت
کی نگاہ سے دیکھتے تھے - اور کئی دن خلوت اور عشق آمیز گفتگو میں ضایع کردیتے تھے مسیلمہ
کے قرآن یا کتاب کا ایک کم مشہور حصّہ جلد اتبک موجود ہے - اپنی نبوت کے غرور میں آکر
مسیلمہ نے آنحضرت سے یہ کہا کہ آؤ روے زمین کو تقسیم کرلیں - اس تجویز کا آنحضرت نے حقارت
سے جواب دیا - لیکن اس کذاب کی جلد ترقی نے آپ کے جانشینوں میں خوف وخطر
پیدا کردیا - چالیس ہزار مسلمان حضرت خالدؓ کے جھنڈے تلے جمع ہوئے - اور اپنے دین
کے قیام کے معاملہ کو ایک قاطع لڑائی پر چھوڑ دیا پہلے حملہ میں ان کو زک ہوئی - اور بارہ سو (۱۲۰۰)
غازی شہید ہوئے - لیکن انکے سپہ سالار خالدؓ بن ولید کی استقلال اور بہادری غالب
آئی - پہلی شکست کے بدلہ میں بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) مشرکوں کو قتل کیا - مسیلمہ کو ایک حبشی غلام نے
اُسی نیزہ سے مار ڈالا - جس سے کہ آنحضرت کے چچا حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تھے - اسلامی
ترقی پذیر سلطنت کی قواعد وطاقت کے سامنے عربستان کے کئی باغی جنکا نہ تو کوئی سردار تھا
اور نہ کوئی اور ترغیب تھی - جلد جلد مغلوب ہوگئے - اور تمام قوم نے دوبارہ مذہب اسلام
پہلے سے زیادہ محکم طور سے قبول کیا - خلفا کی عالی حوصلگی سے مسلمانوں کو اپنے ابھرے

؎ اس عورت کا نام سجاح بنت حارث تمیر تھا جس نے خلیفہ اول کے عہد میں دعوے نبوت کیا - اور چند قبایل نے اسکے دعوے
کی تصدیق کی - ایکے بعد وہ مسیلمۃ الکذاب کی ملاقات کے لیے گئی - اور علیحدہ دونوں ایک خیمہ میں ہمکلام ہوئے - سجاح
نے مسیلمہ سے پوچھا کہ آپ پر کیا وحی نازل ہوئی ہے - اس نے یہ آیت پڑھی " الم تر الی ربک کیف فعل
بالحبلی اخرج منها نسمة تسعی من بین صفاق وحشی (کیا تو نہیں دیکھتا طرف پروردگار اپنے کے کہ کیا کام کرتا ہے
جننے والی سے - نکالتا ہے اُس میں سے روح دوڑتی ہوئی - پردوں اور جھلیوں سے -) جب یہ سن چکی تو سجاح نے کہا کہ کچھ اور
سنائیے - اسوقت مسیلمہ نے یہ آیت پڑھی - الم تر ان اللہ خلق النساء افواجا وجعل الرجال لهن ازواجا
فنولج فیهن ایلاجا ثم نخرج ما نشاء اخراجا فینتجن لنا انتاجا - (کیا نہیں دیکھتا ہے تو کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا
کیا عورتوں کو فوج فوج - اور بنایا مردوں کو انکے خاوند - پس وہ دخل کرتے ہیں دخل کرنا - پھر نکالتے ہیں جو چاہتے ہیں نکالنا اور جنتی
ہیں وہ عورتیں ہمارے واسطے بچے -) جب یہ آیت بھی سن چکی تو کہا کہ بیشک تو نبی اللہ کا ہے - پھر مسیلمہ اس سے جماع کا خواہاں
ہوا - تین روز اسکے پاس قیام کرکے اپنی قوم کی طرف چلے گئے - اور حضرت معاویہ کے عہد خلافت میں وہ مسلمان ہوگئی - اور بصرے کو روانہ
ہوئی اور وہیں وفات پائی ۱۲ مترجم عفی عنہ

ہوئے جوش کو کام میں لانے کا موقع ملگیا۔ ان کی شجاعت جہاد میں کام آئی۔ اور انکا
جوش مذہبی مقابلہ اور فتحمندی سے برابر بڑھتا جاتا تھا۔ مسلمانوں کی جلد فتوحات سے یہ
گمان قدرتی پیدا ہوگا کہ پہلے خلفا خود مومنوں کی فوجوں کے سپہ سالار رہوا کرتے تھے
اور لڑائی کی سب سے اگلی صفوں میں شہادت کے تاج سے سرفراز ہونا چاہتے تھے۔ ابوبکرؓ عمرؓ
عثمانؓ کی شجاعت پیغمبر خدا کی مصائب اور لڑائیوں میں ثابت ہو چکی تھی۔ اور چونکہ بہشت کے
پانے کا انکو یقین دلایا گیا تھا۔ اس لیے وہ اس دنیائے فانی کے خطرات اور عیش وعشرت
سے نفرت کرتے تھے۔ بلکہ وہ بزرگ اور سن رسیدہ ہو کر تخت نشین ہوتے تھے۔ اور
انصاف اور مذہب کے پرائیویٹ معاملات کو حکمران کی سب سے زیادہ ضروری فرائض خیال کرتے
تھے۔ یروشلیم کے معاہدہ پر حضرت عمرؓ کے تشریف لے جانے کے علاوہ۔ ان کی بڑی سے
بڑی مہمات اکثر مدینہ سے مکہ کوچ کے لیئے ہوا کرتی تھیں۔ اور وہ آنحضرت کی مزار پر فتح کی
خوشخبری سنا کرتے تھے۔ جہاں کہ وہ دعائیں مانگتے یا وعظ کہا کرتے تھے۔ ان کی زندگیوں
کی جفاکشی اور کفایت شعاری سعادت یا عادت کا نتیجہ تھیں۔ اور انکی سادگی کے فخر
کے سامنے روے زمین کے بادشاہوں کی شان وشوکت کی کچھ حقیقت نہ تھی۔ جب
حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کو حکم دیا کہ میری خانگی میراث کا ٹھیک
ٹھیک حساب رکھنا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ریاست کی خدمت سے میں مالدار ہو گیا ہوں
یا غریب۔ وہ خیال کرتے تھے کہ میں بطور وظیفہ کے تین دیناروں۔ ایک اونٹ اور
ایک غلام کی خوراک کا مستحق ہوں۔ لیکن ہر ایک ہفتہ جمعہ کے دن اپنی اور سرکاری
نقدی کی بچت کو اول تو سب سے مستحق اور پھر سب سے غریب مسلمانوں کو تقسیم کیا کرتے
تھے۔ آپکی جایداد کا بقیہ جو ایک موٹی پوشاک اور پانچ دینار تھا آپکے جانشین عمرؓ کے

حوالے کیا گیا - اور حضرت عمرؓ افسوس کرتے تھے - کہ میں ایسے عجیب و غریب شخص کی برابری
نہیں کرسکتا - تاہم حضرت عمرؓ کی پرہیزگاری اور انکساری حضرت ابوبکرؓ کی نیکیوں سے کچھ کم نہ
تھی - اُن کی خوراک جو کی روٹی یا کھجوریں ہوا کرتی تھی - پینے کے لیئے پانی ہوتا تھا - آپ
ایک قبا پہنے ہوئے وعظ کیا کرتے تھے - جس میں بارہ جگہ پر پیوند لگے ہوئے تھے - اور فارس
کے ایک سترپ (صوبہ دار) نے جس نے فاتح کی اطاعت قبول کرلی تھی - آپکو مسجد مدینہ منورہ
پر فقیروں میں سوتے ہوئے پایا - کفایت شعاری فیاضی کا ذریعہ ہے - محصول کی زیادتی
سے حضرت عمرؓ اس قابل ہوگئے - کہ اُنھوں نے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ انعام
پچیس ہزار درہم کا آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباسؓ کے لئے مقرر کیا - جنگ بدر میں جو
بوڑھے غازی بچے رہے تھے اُن میں سے ہر ایک کو پانچ ہزار درہم دیے - اور آنحضرتؐ
کے اصحابوں میں سے سب سے ادنیٰ روز آخر نے تین ہزار درہم سالانہ کے انعام سے
سرفرازی پائی - ایک ہزار درہم اُن جنگ آزمودہ غازیوں کا وظیفہ مقرر ہوا جو یونانیوں
اور اہل فارس کے برخلاف پہلی لڑائیوں میں شامل تھے - اور حضرت عمرؓ کے سپاہیوں کے
لیئے لیاقت اور رتبہ کے موافق کم از کم پچاس درہم بطور وظیفہ مقرر ہوئے - ان کے اور نیز
خلیفہ اول کے عہد حکومت میں مشرق کے فاتحین خدا اور قوم کے سچے خادم تھے - سرکاری
خزانہ کا اکثر حصہ صلح و جنگ کے مصارف کے لیے مخصوص تھا - اور عدل اور فیاضی کی عمدہ
ترکیب سے مسلمانوں کی قواعد جنگ قایم تھے - جنہوں نے ایک عجیب حسن اتفاق سے مطلق
العنان سلطنت کی کارروائی میں جمہوری سلطنت کی سی کفایت شعاری پیدا کردی تھی - حضرت
علیؓ کی دلیرانہ جرأت اور معاویہ کی کمال دور اندیشی نے انکی رعایا کے دلوں میں رشک پیدا
کردیا تھا - اور وہ شجاعتیں جو کہ خانہ جنگی میں نمایاں ہوئی تھیں - اب زیادہ مفید طور سے

پیغمبر خدا کی سلطنت اور مذہب کو ترقی دینے کے لیئے کام آنے لگیں۔ دمشق کے غرور اور عیش پرستی کی وجہ سے خلفاء خاندان امیہ نہ تو مذہبی رہے تھے نہ دیندار۔ باوجود اسکے غیر معلوم اقوام کی غنایم ان کے تخت کے سامنے لائی جاتی تھیں۔ اور اہل عرب کی عظمت کی بتدریج ترقی کچھ خلفا کی لیاقتوں کی وجہ سے نہ تھی۔ بلکہ زیادہ تر خود قوم کے جوش کے باعث تھی۔ ہمکو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ دشمنوں کی کمزوری بھی اسکا ایک بڑا سبب ہوئی۔ خوش قسمتی سے حضرت محمد صلعم کی پیدایش یورپ کے وحشی لوگوں اور اہل روم و فارس کی نہایت ہی ناشایستہ اور ابتری کے زمانہ میں وقوع میں آئی۔ ورنہ ٹراجن اور نیز قسطنطین یا نپالیین کی سلطنتیں بے ہتھیار مسلمانوں کو روک دیتیں۔ اور جوش کی رَو عربستان کی ریت ہی میں جذب ہوجاتی جمہوری رومی سلطنت کی فتحمندی کے دنوں میں کمیٹی واضع قوانین کی یہ غرض ہوا کرتی تھی کہ لپنے نائبوں اور افواج کو ایک ہی لڑائی میں مشغول رکھیں۔ اور دوسرے دشمن سے اسوقت چھیڑ چھاڑ شروع کریں جبکہ پہلے کو بالکل مغلوب کرلیں۔ عرب کے خلفا جوانمردی یا مذہبی جوش کی وجہ سے حکمت عملی کی اس قسم کی بزدل باتوں سے نفرت کرتے تھے۔ اُنہوں نے ایک ہی طاقت اور کامیابی سے اغسطس اور آرتا جرجیس کے جانشینوں پر حملہ کیا۔ اور فوراً حریف سلطنتیں اپسے دشمن کے پنجہ میں گرفتار ہوگئیں جن سے وہ مدت سے نفرت کرتی تھیں۔ خلیفہ دوم کے دس سال کے عہد حکومت میں مسلمانوں نے چھتیس ہزار شہر یا قلعے فتح کیئے۔ چار ہزار گرجے یا مندر مسمار کردیئے اور نماز کے لیے ایک ہزار چار سو مساجد تعمیر کیں۔ مکہ سے آنحضرت کی ہجرت کے ایک سو برس بعد آپ کے جانشینوں کے ہتھیار اور حکومت ہندوستان سے بحر اوقیانوس تک۔ فارس۔ شام۔ مصر افریقہ اور ہسپانیہ میں پھیل گئے۔ اِس عام تقسیم میں ہم ان مشہور و معروف معاملات کو بیان

کرونگا اور مشرق کی دور دراز اور کم دلچسپ فتوحات کا مجمل حال اور مفصل حال ان ممالک کا لکھوں گا جو کہ رومی سلطنت میں شامل تھے تاہم جو نقص مجھ میں ہیں۔ میں اُن سے بوجہ اپنے رہنماؤں کی کم لیاقتی اور کوتہ چشمی کے معذور ہوں۔ یونانیوں کو جو مناظرہ و جدال میں بڑے سخن گو تھے اپنے دشمنوں کی فتوحات کے مشہور کرنے کا خیال نہیں آیا۔ ایک صدی جہالت میں گذرنے کے بعد مسلمانوں کے بہت سے قدیمی قصے راویوں کی زبان سے جمع کیے گئے۔ عربی اور فارسی زبان سے ہمارے ترجمان نے متاخرین کے نامکمل بیانات کو انتخاب کیا ہے۔ اہل ایشیا علم تاریخ سے ہمیشہ ناواقف رہے ہیں۔ وہ قواعد نکتہ چینی اور تنقید کو نہیں جانتے۔ اور ہماری راہبانہ تاریخیں جو کہ فلسفہ اور آزادی کے جوش سے مبرا ہیں۔ ان کی سب سے عمدہ تصانیف سے کچھ کم نہیں ہیں۔ ایک فرانسیسی کی مشرقی علوم کی لائبریری مشرق کے نہایت ہی قابل مفتی کو تعلیم دے سکتی ہے۔ اور شاید کہ اہل عرب کو ایک بھی مورخ ایسا نہ ملے[1] جس نے ان کی مہمات کا ایسا صاف صاف حال قلمبند کیا ہو جیسا کہ اوراق ذیل میں آئیگا

---

[1] یہ امر مسلم ہے کہ مسلمانوں کو تاریخ کا شوق ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ اور ان کی تاریخ ایسی معتبر ہے اور اسکو غلطی سے مبرا کہنے کا ایسا اظہار کیا کہ کسی اور قوم کی تاریخ میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ ان کی کتب کا بڑا ذخیرہ ہسپانیہ اور بغداد میں تھا۔ ہسپانیہ میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی محنت کو بدنہاد اور بداندیش عیسائیوں نے خاک میں ملا دیا۔ اور جو کتابیں ان متعصب غارتگر کرسچانوں کے ہاتھ سے بچیں وہ اکثر فرانسیسی لوٹ لے گئے جنکے کتب خانہ میں بکثرت اسقدر تاراج ہو۔ حالانکہ وہ سب مسلمانوں کی تصانیف ہیں بغداد کے کتب خانوں کو ہلاکو نے ۶۵۶ھ میں برباد کر دیا۔ مگر تاہم اب بھی جو کتب تواریخ دستیاب ہو سکتی ہیں وہ اسقدر جامع ہیں کہ گبن کو اچنبھے سے سکتیں۔ گبن کا یہ لکھنا کہ عرب کے کسی مورخ نے مجھ جیسا نہیں لکھا۔ اس کی لاعلمی اور کور چشمی کو ثابت کرتا ہے۔ گبن کے حالات متعلقہ مسلمانوں کا مقابلہ ان تاریخوں (تاریخ ابی عیسی احمد بن علی المنجم) تاریخ واقدی رح تاریخ ابن الاثیر تاریخ ابن خلکان تاریخ علی بن موسی ابن محمد ابن عبد الملک ابن سعید مغربی اور تاریخ سعید یعنی المغرب فی اخبار مغرب وغیرہ میں سے کسی ایک کے ساتھ کرکے خود ہی انصاف کرو۔ گبن نے تو شاید ان میں سے ایک کا بھی مطالعہ نہ کیا ہو۔ ہندوستانی اور مشرقی علوم و تصانیف سے نفرت و ناواقفیت کی وجہ سے انگریزی مورخ مسلمانوں کے حالات لکھنے میں اکثر غلطی کھا جاتے ہیں چنانچہ جان رچرڈسن صاحب ایف ایس اے اپنی اینگلو عربی و فارسی لغات کے دیباچہ میں یوں لکھتے ہیں "ان غلطیوں کی تعداد پر غور کرنے سے تعجب آتا ہے جو ہماری یورپ کے مشہور مورخوں نے مشرقی علوم و تصانیف کی طرف بے توجہی کی وجہ سے مختلف علوم میں کی ہیں ہسپانیہ کا بڑا مورخ میرانا مسلمانوں کی اندلس کی فتح کے آغاز میں مذہب اسلام کی بیان میں لکھتا ہے۔ وہ اس ملعون باطل دینی (یہ بیوقوف متعصب مورخ اسلام کے لیے ایسے سخت الفاظ استعمال کرتا ہے۔ مترجم) کے بانی ایک عرب محمد نامی تھے جنھوں نے لڑائی میں اپنی بڑی کامیابی اور شہنشاہ ہرقل کی غفلت کی وجہ سے اپنے تئیں اپنی قوم کا بادشاہ ظاہر کیا۔ اور ملک شام کے سب سے عمدہ شہر دمشق میں تخت نشین ہوئے۔ ایک ہسپانیہ کے مورخ کو ایسے واقعہ میں جس کا اندلس کی تاریخ سے کچھ تعلق ہو۔ اس سے اچھی واقفیت ہونی چاہیے تھی۔ لیکن حضرت محمد صاحب نے بادشاہی شان و شوکت اختیار نہیں کی۔ رسالت کے زمانہ سے ایک سوا سنہ ۹ھ مطابق ۶۳۰ء کے آپ کبھی عربستان سے باہر تشریف نہیں لے گئے۔ اور سنہ مذکور میں بھی آپ تبوک سے جو مدینہ اور دمشق کے درمیان دونوں سے برابر فاصلہ پر ہے۔ آگے نہیں بڑھے۔ اور صرف بیس دن ٹھہر کے مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ ڈاکٹر ہائیڈ غلطی سے بیان کرتا ہے کہ فتح فارس حضرت عثمان رض کے عہد میں ۶۴۳ء میں ہوئی ہے" اسکے ساتھ ہی ریمارک صفحہ ۹۹ بھی ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم

پہلا باب (۱) فتوح العجم

جنگ قادسیہ

خلیفہ اول کے عہد حکومت کے پہلے سال میں ان کے سپہ سالار سیف اللہ (شمشیر خدا) اور سوط المشرکین (تازیانہ کافران) حضرت خالد رض دریائے فرات کے کنارے تک بڑھے۔ اور شہر انبار اور حیرہ فتح کیئے۔ کھنڈرات بابل کے مغرب کی طرف مقیم عربوں کی ایک قوم دامن صحرا میں آباد ہوگئی تھی۔ حیرہ ایک خاندان کے سلاطین کا دار الخلافہ تھا جنہوں نے مذہب مسیحی اختیار کرکے سلطنت فارس کے زیرسایہ چھ سو سال سے زیادہ سلطنت کی۔ اس خاندان منیا وڑکے آخری بادشاہ کو حضرت خالد رض نے شکست دیکر قتل کر ڈالا۔ اور اُسکے بیٹے کو قید کرکے مدینہ بھیجدیا۔ اُسکے ارکان دولت نے خلیفہ کی زمین بوسی کی جب رعیت نے اپنے ہموطنوں کی کامیابی اور اُنکا حال دیکھا تو خلیفہ کی اطاعت قبول کرلی۔ اور خلیفہ نے ستر ہزار دینار سالانہ خرج اپنی فتوحات غیر ممالک کا اول ثمرہ سمجھکر منظور کرلیا۔ فاتحین اور نیز اُن کے مورخ اس عظمت پر تعجب کرتے تھے کہ جبکا ابھی آغاز ہی تھا لیکن فرماتے ہیں کہ اسی سال خالد رض نے بہت سی بڑی بڑی لڑائیاں کیں۔ بہت سے مشرک مقتول ہوئے۔ اور بیحد و بیشمار غنیمت فتحمندانہ مسلمانوں کے ہاتھ لگی لیکن غالب سپہ سالار خالد رض جنگ شام میں مصروف ہوئے۔ سرحد فارس کے حملہ کا انتظام ایسے کمانڈروں کے سپرد ہوا جو ہوشیاری اور دور اندیشی میں خالد رض کے ہمپایہ نہ تھے۔ راہ فرات میں مسلمانوں کو زک ہوئی۔ کچھ جانیں بھی تلف ہوئیں۔ اور اگرچہ

مسلمانوں نے مجوسیوں کو اُنکے گستاخانہ تعاقب کی وجہ سے تادیب کی مگر انکی رہی سہی جمعیت اب تک صحرائے بابل میں منڈلاتی پھرتی تھی۔

اہل فارس کے خطروں اور غضب کی وجہ سے انکی خانہ جنگی چند سے بند ہو گئی۔ باتفاق رائے موبدان و ارکان دولت ملکہ آرزومی دخت[1] تخت سے اُتار دی گئی۔ یہ ملکہ کسریٰ کی وفات اور ہرقل کی شکست کے وقت سے لیکر اُن قلیل العہد غاصبوں میں سے چھٹی تھی۔ جو تین یا چار سال کے عرصہ میں ظاہر ہو کر کافور ہو گئی۔ کسرے کے پوتے یزدجرد نے وہی تاج سر پر رکھا۔ اسی سال جو کہ ہیئت کے ایک دور[2] کے اختتام کے مطابق ہے۔ زردشت کے مذہب اور ساسانی خاندان کو زوال آیا۔ اس نوجوان اور ناتجربہ کار شہزادہ نے جسکی عمر ۱۵ سال کی تھی خطرناک مقابلہ سے انکار کیا۔ شاہی جھنڈا اسکے سپہ سالار رستم کے ہاتھ میں تھا۔ اور تیس ہزار مسلح سواروں کی باقی جمعیت فی الحقیقت یا بقول بعض بڑھتے بڑھتے ایک لاکھ بیس ہزار ہو گئی۔ اہل اسلام جنکی تعداد بارہ ہزار سے تیس ہزار ہو گئی تھی۔ میدان قادسیہ میں ڈیرے ڈال دیئے۔ اگرچہ ان کی صف میں بلحاظ تعداد کے کم سوار تھے مگر کافروں کے گروہ عظیم کی نسبت اُس میں بہادر سپاہیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ میں یہاں پر

[1] نوٹ جب پرویز بن ہرمز بن نوشیروان نے اڑتیس ۳۸ سال کی حکومت کے بعد وفات پائی تو ملکہ مذکورہ تک چھ جانشین تخت پر بیٹھے۔ (۱) شیرویہ۔ مدت سلطنت ۸ ماہ (۲) اردشیر ۱۸ ماہ (۳) شہریران۔ کچھ مہینے (۴) ملکہ بوران ۱۶ ماہ (۵) خشنشن یکماہ۔ (۶) ارزومی دخت ۲ ماہ۔ ۱۲ مترجم

[2] اس زمانہ میں موجودہ انتظام کی طرح لیپکا سال نہ تھا۔ مگر انکا شمار حساب شمس کے مطابق یوں ہوجایا کرتا تھا۔ کہ وہ ایک قرن یعنی ۱۲۰ برس کے بعد ایک مہینہ لوند کا سال کے اول ماہ کے بعد اور دوسرے قرن کے بعد ایک دو سال کے دوسرے ماہ کے بعد اور تیسری قرن کے اختتام پر تیسرے ماہ کے بعد علی ہذا زیادہ کر دیتے تھے جس سال یزدجرد تخت پر پہنچا تو بعض کے نزدیک آٹھ دوروں اور بعض کے

بیان کرتا ہوں اور اکثر وہ بارہ سہ بارہ بیان کرونگا - کہ اہل عرب کا حملہ یونانیوں اور رومیوں کے حملے سے مختلف تھا - یونانیوں میں مستعد متراکم پیادہ سپاہ حملہ کیا کرتی تھی - عربوں کی جنگی فوج میں خصوصا سوار اور تیر انداز ہوا کرتے تھے - اور لڑائی جو کبھی بند ہوجاتی تھی - اور خفیف جھگڑوں اور مصاف شخصی سے پھر ہونے لگتی تھی - متواتر کئی روز تک جاری رہا کرتی تھی - اور کچھ فیصل ہوتا تھا - جنگ قادسیہ[1] کے اوقات مختلف ناموں سے موسوم ہیں - اول روز کی لڑائی کو یوم اغواث کہتے ہیں - اور دوسرے روز کی لڑائی کو یوم حماس کہتے ہیں - اور تیسری رات کی شبخون کو لیلۃ الہریر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس رات کو ایسا گریہ وشور سنائی دیتا تھا - جیساکہ کتے یا دیگر تند وحشی کرتے ہیں - اگلے روز صبح کو فارس کی قسمت کا فیصلہ ہوگیا - اور ایک بروقت آندھی نے غبار کے بادل دشمنوں کی طرف پھینک دیے ہتھیاروں کی جھنکار رستم کے خیمہ تک پہنچتی تھی - سپہ سالار مذکور جو اپنے ہمنام رستم زال سے شجاعت میں کہیں کم تھا - سامان لشکر اور سونے چاندی سے لدی ہوئی خچروں کی قطاریں ٹھنڈے اور ساکن سایہ میں مزے سے آرام کر رہا تھا - خطرناک آواز کو سنکر اپنے بستر سے اٹھ بھاگا - مگر ایک بہادر عرب[2] نے اسے پاؤں سے جا پکڑا - اور اسکا سر قلم کرکے اپنے نیزہ پر اٹھا لیا - میدان جنگ میں فورا واپس آیا - اور اہل فارس کی متراکم صفوں میں بڑا کشت وخون کیا - سات ہزار پانچ سو مسلمان شہید ہوئے جنگ قادسیہ کو جنگ ستمروستہ شدید کہنا درست ہے - شاہی جھنڈا جو فارس کے آزادکرنے

[1] گبن کی راے یہ ہے کہ جنگ قادسیہ خلیفہ اول کے عہد حکومت میں واقع ہوئی - مگر یہ بالکل غلط ہے - صحیح یوں ہے کہ یہ لڑائی خلیفہ دوم کے عہد میں ۱۵ھ ہجری میں واقع ہوئی ۱۲

[2] انکا نام ہلال بن علقمہ تھا - ۱۲

والے آہنگر کے اپرن[۱] کا بنایا ہوا تھا گر پڑا اور مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ مگر اس جوانمرد
آہنگر کی افلاس کا یہ نشان جواہرات سے مزین و مرصع تھا۔

شہر بصرہ کی بنا

اس فتح کے بعد عراق یا کردستان کا مشمول صوبہ خلیفہ کے قبضہ میں آیا۔ اور بصرہ کی بنا پڑنے سے اُن کی فتوحات کو جلد تقویت ہوگئی۔ اس شہر پر اہل فارس کی جہازرانی اور تجارت کا دارومدار رہا ہے۔ خلیج فارس سے اسی میل کے فاصلہ پر دجلہ اور فرات کے ملنے سے ایک سیدھا فراخ دریا بنجاتا ہے جسے عموماً دریائے عرب کہتے ہیں۔ ان دونوں مشہور دریاؤں کے دہانے اور مقام اتصال کے وسط میں مغربی کنارہ پر یہ نئی بستی آباد ہوئی ہے۔ جس میں پہلے آٹھ سو مسلمانوں کی آبادی تھی۔ لیکن عمدگی وقوع کی وجہ سے جلد ایک پر رونق اور آباد دارالخلافہ بن گئی۔ اس کی ہوا اگرچہ نہایت گرم ہے مگر صاف اور صحت بخش ہے۔ چراگاہوں میں مویشی اور کھجور کے درخت بکثرت ہیں۔ اور ایک گھاٹی جو اسکے قرب وجوار میں واقع ہے ایشیا کے چار باغ ارم میں شمار ہوتی ہے۔ پہلے خلیفوں کے عہد میں عربوں کی اس بستی کی حکومت فارس کے جنوبی صوبجات تک پہنچ گئی تھی۔ یہ شہر صحابہ اور شہدا کی مزاروں کی وجہ سے مقدس ہے۔ اور یورپ کے جہاز اب تک بصرہ کے بندرگاہ میں آتے جاتے ہیں۔ کیونکہ تجارت ہند کے لیئے یہ عمدہ راستہ اور قیام گاہ ہے۔

---

[۱] اپرن وہ کھال جو لوہار گرم لوہا کوٹنے کے وقت اپنی حفاظت کے لیئے اپنی آگے رکھ لیتے ہیں۔ جب ضحاک نے ظلم وستم سے کاوہ آہنگر کے دو بیٹے قتل کر دیئے۔ تو اس نے ایک جھنڈا بنایا جسے درفش کاویانی کہتے ہیں اور لوگوں کو اس جھنڈے تلے جمع کر کے ضحاک پر حملہ کیا اور اسے گرفتار کر لیا۔ اور فریدوں کو تخت پر بٹھایا یہاں فارس کے آزاد کرنے والے سے بھی کاوہ آہنگر مراد ہے اور جھنڈے سے مراد درفش کاویانی ہے۔

شہر مداین کی تاخت و تاراج

قادسیہ کی شکست کے بعد وہ ملک جس میں دریا - اور نہریں ہوں فاتح سواروں کے لیئے ایسی روک بنجاتا جس سے گذرنا ممکن ہوتا - اور مداین کی دیواروں پر جو رومیوں کے فلاحن کے سامنے قایم رہی تھیں مسلمانوں کے تیر کچھ اثر نہ کرسکتے - مگر اہل فارس کے قدم اس لیئے اُکھڑ پڑے کہ اُنھیں یقین ہوگیا تھا کہ ہمارے مذہب اور سلطنت کے خاتمہ کا وقت آپہنچا ہے اس لیئے دغابازی سے یا بزدلی سے وہ نہایت ہی مستحکم جگہوں کو چھوڑ بھاگے - اور اُنکا بادشاہ کچھ خزانہ اور اہل وعیال کو ہمراہ لے مداین کی پہاڑیوں کے دامن میں حلوان جا پہنچا - اِس لڑائی کے تیسرے مہینے کے بعد سعدؓ نائب خلیفہ عمرؓ نے بے روک ٹوک دریاے دجلہ کو عبور کیا - اور دار الخلافہ کو فتح کرلیا - مشرکوں کا انتظام جنگ خراب تھا - اس لیئے مسلمانوں کی تلوار خوب چلی - اور تمام اس مذہبی خوشی میں یوں نعرہ زن ہوئے "یہی سفید محل کسریٰ کا ہے! رسول خدا نے اسی کی فتح کا وعدہ فرمایا ہوا تھا" جنگجو عرب کے غاصب بدوی یکایک اپنی امیدوں سے زیادہ متمول ہوگئے - ہر ایک کمرہ سے ایک کھلا یا مستتر خزانہ برآمد ہوتا تھا - بقول ابوالفدا سونے چاندی اور مختلف قسم کے کپڑوں اور قیمتی فرشوں کا اندازہ تعداد اور وہم سے خارج تھا - اور ایک اور مورخ بخاری اندازہ لگا کر یوں کہتا ہے - کہ یہ بے حد وبیشمار مال تین ارب دیناروں کی قیمت کا تھا - بعض باریک باتوں سے اہل عرب کی جہالت اور اس غنیمت کا مقابلہ خوب ظاہر ہوتا ہے بحر ہند کے دور و دراز جزایر سے بہت سا کافور آیا تھا - جسے موم کے ساتھ ملا کر ایشیا میں شاہی محل میں جلاتے ہیں مسلمان نے جو کہ اس خوشبودار گوند کی خاصیتوں اور نام سے واقف نہ تھے -

کافور کو نمک[1] سمجھکر اپنی روٹیوں میں ڈال لیا۔ اور روٹی کے تلخ مزہ پر حیران ہوئے۔ شاہی محل کے ایک حصہ میں ایک ریشمی غالیچہ بچھا ہوا تھا جو ساٹھ ہاتھ لنبا اور ساٹھ ہاتھ چوڑا تھا۔ فرش پر روضہ کی تصویر منقش تھی پھل پھول اور پودے سنہری گلکاری اور بیش قیمت جواہرات کے رنگوں سے بنی ہوئی تھی۔ اور یہ بڑا مربع ایک مختلف اللون اور سبز حاشیے سے محدود تھا۔ عربی جنرل نے اپنے سپاہیوں کو یہ سمجھایا کہ اسے رہنے دو۔ کیونکہ مجھے امید ہے کہ خلیفہ زمان قدرت اور نقاشی کی صنعت کو دیکھکر خوش ہونگے۔ خلیفہ عادل عمرؓ نے شاہی شان و شوکت اور عمدہ نقاشی کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور غنیمت کو غازیان جنگ مداین میں تقسیم کر دیا۔ لیکن ان اشیاء کی قیمت اسقدر تھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حصہ بیس ہزار درہم کو فروخت ہوا۔ جس خچر پر کسریٰ کا تاج۔ چار آئینہ۔ کنگن اور ٹپکا تھا۔ وہ تعاقب میں مسلمانوں کے ہاتھ لگی اور یہ نفیس لوٹ امیر المومنین کے پاس بھیجدی۔ اور یہ نہایت ہی سنجیدہ صحابہ اس جنگ آزمودہ جوانمرد کی ریش سفید پر موٹے بازؤں اور بھونڈی شکل کو دیکھکر ہنس پڑے جسے بادشاہ عظیم کی غنایم ملیں۔

بناء شہر کوفہ و فتح جلولا و نہاوند

تاخت و تاراج کے بعد لوگ مداین کو چھوڑ گئے۔ جو رفتہ رفتہ ویران ہوگیا۔ اس شہر کی ہوا اور وقوع مسلمانوں کے موافق نہ تھے۔ اور امیر المومنین نے اپنے سپہ سالار کے

---

[1] واقدی رح فرماتے ہیں کہ صرف ایک شخص نے بجائے نمک دہی کے آٹے میں کافور وہی ملاکر اسے پکا لیا تھا اور قرین قیاس بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ گبن کا یہ لکھنا کہ سب مسلمانوں نے ایسا کیا تعصب سے خالی نہیں۔ ایک خاص حالت سے عام نتیجہ نکالنا سراسر غلط ہے۔ انگریزی مورخوں کی عموماً یہ بڑی غلطی پائی جاتی ہے۔ کہ ایک خاص مثال پر عام ریمارک کر دیتے ہیں۔ افسوس جہاں کہیں مسلمان ہیں یہ خوبی دیکھتے ہیں وہاں اس قاعدہ کو ترک کر دیتے ہیں ۱۲

نے دم نہ لیا جب تک کہ اُسکے کف بر آوردہ سواروں نے دریائے جیحوں کا پانی نہ پی لیا۔ اِس کھلبلی میں شہروں اور قلعوں کے خودمختار حاکموں نے شرائط منظور کر دیا مجوزہ اہل اسلام پر صلح کر لی۔ بھائی اور غلام میں صرف مذہب کا فرق تھا۔ ولیرانہ مقابلہ کے بعد ہرمزان حاکم مغرب (اہواز و سوس) کو اپنے تئیں اور اپنی ریاست کو خلیفہ کی مرضی پر چھوڑنا پڑا۔ انکی باہمی ملاقات کے حال پر غور کرنے سے اہل عرب کے رنگ خوب معلوم ہوتے ہیں۔ امیر المومنین کے سامنے اِن کے حکم سے اس آراستہ قیدی (ہرمزان) کے سنہری منقش ریشمی کپڑے اور لعل و زمرد سے مرصع تاج اُتارے گئے تب فاتح نے اس برہنہ قیدی سے کہا "کیا اب تو تمہیں خدا کا فیصلہ اور شرک و اطاعت کا فرق معلوم ہو گیا"۔ ہرمزان نے جواب دیا "افسوس مجھے اسیری کا رنج ہے۔ جب ہم طرفین جاہل تھے تو ہم گوشت کے ہتھیاروں (بازوؤں) سے لڑا کرتے تھے۔ اور میری قوم غالب آتی تھی۔ تب خدا کسی کا طرفدار نہیں تھا۔ مگر جب سے اُسنے تمہاری حمایت کی۔ تم نے ہمارے مذہب اور سلطنت کو پامال کر دیا ہے"۔ اس سخ آمیز گفتگو سے تنگ آکر ہرمزان نے کہا مجھے سخت پیاس لگی ہے۔ مگر ہرمزان کو یہ خیال آیا کہ مبادا پانی پیتے ہوئے میں مقتول ہو جاؤں۔ خلیفہ نے فرمایا "تسلی رکھ۔ جب تک تو پانی نہ پی لے قتل نہ کرونگا" چالاک شہزادہ نے اِس عہد کو قبول کر لیا۔ اور فوراً پیالہ کو زمین پر دے مارا۔ امیر المومنین اسے اِس دغابازی کے بدلہ قتل کر ڈالتے۔ مگر صحابہ نے عرض کی کہ عہد شکنی نہ کیجیے اُسنے تو ابھی پانی نہیں پیا۔ ہرمزان نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ اور علاوہ معافی کے دو ہزار دینار بطور انعام مقرر ہوئے۔ سلطنت اور باج و خراج کا انتظام باشندوں مویشیوں اور پھلوں کے ملاحظہ سے ہوتا تھا۔ اور اس یادگار سے خلفاء کی ہوشیاری

وبیداری کو ظاہر کرتی ہے ہر ایک زمانہ کے حکما سبق سیکھ سکتے ہیں۔

یزدجرد بھاگتا بھاگتا دریاے جیحوں سے گذر کر سیحوں پر پہنچا - یہ دونوں دریا قدیم زمانہ سے مشہور چلے آتے ہیں - اور ہند کے پہاڑوں سے نکلکر بحیرہ خزر کی طرف بہتے ہیں - ترکان نامی شہزادہ فرغانہ واقع دریاے سیحوں نے یزدجرد کی بڑی خاطر تواضع کی - شاہ سمرقند اور اقوام توران و ماورالنہر کو مغلوب بادشاہ کے وعدوں اور گریہ وزاری پر ترس آیا - اور وہ ایک ایلچی کے ذریعہ سے شہنشاہ چین کی زیادہ محکم دوستی کا خواہاں ہوا - ٹے سانگ جو خاندان ٹانگ کا پہلا بادشاہ تھا روم کے انطونیوس[۱] کے بالکل مشابہ تھا - اس کی رعایا اقبالمند اور امن وامان میں تھی - تاتار کی چوالیس (۴۴) قومیں اسکے زیر حکومت تھیں - اسکے آخری اہل قلعہ کاشغر وختن دریاے جیحون اور سیحوں کے قرب وجوار کے لوگوں سے راہ ورسم رکھتے تھے - اہل فارس کی ایک نوآباد بستی نے مجوسیوں کی علم ہیئت کی چین میں بنا ڈالی - نیک بہادر ٹے سانگ عربوں کے خطرناک قرب اور انکی جلد ترقی سے خوف زدہ تھا - سلطنت چین کی طاقت یا شاید وہاں کی کمک سے یزدجرد کی امید اور آتش پرستوں کی جوش میں دوبارہ جان آگئی - اور وہ ترکوں کی فوج لیکر اپنی آبا و اجداد کے ملک کو پھر فتح کرنے آیا - اقبالمند مسلمان ننگی تلواریں ہاتھ میں لیئے ہوئے بادشاہ کی موت اور تباہی کا تماشا دیکھ رہے تھے - اسکے نوکروں نے اس سے دغا کی - مرو کے پرفتنہ باشندوں نے اسے

---

۱ اس نام کے کئی بادشاہ روم میں گذرے ہیں - جن میں صرف دو نیک خصلت وعادل معلوم ہوتے ہیں جنکے عہد میں رعیت امن وامان میں رہی - باقی طامع اور بدنیت ہوئے ہیں - جنکے عہد میں سوا بدانتظامی کے اور کچھ نہیں ہوا - گبن کا یہ عام ریمارک واضح نہیں ہے ۱۲ - مترجم

ذلیل کیا۔ اور اُس کے وحشی مددگاروں نے اسے تنگ کیا اور شکست دیکر اُسکا تعاقب کیا۔ بھاگ کر وہ ایک دریا کے کنارے پہنچا۔ اور ایک پنہارے سے کہا۔ کہ اگر تو فوراً مجھے کشتی میں دوسرے کنارے پر پہنچا دے تو میں اپنی انگشتریاں اور کنگن بطور انعام کے دونگا۔ اُس گنوار کو بادشاہ کی مصیبت کا حال معلوم نہ تھا۔ جواب دیا کہ مجھے تو اپنی چکی کی مزدوری سے روزمرہ چار درہم کا منافع ہوتا ہے۔ میں اپنا کام کرنا چھوڑدونگا جب تک مجھے اپنی ہرج کا کافی عوض نہ ملجائے۔ پادشاہ اسی فکر و تامل میں تھا۔ کہ ترک سواروں نے آخری ساسانی بادشاہ (یعنے یزدجرد) کو آپکڑا اور قتل کرڈالا۔ یہ اُسکے غمناک عہد کا انیسواں[۱۹] سال تھا۔ یزدجرد کے بیٹے فیروز نے جو شہنشاہ چین کا ایک ادنی منیب تھا شہنشاہی گارد کی کپتانی منظور کرلی۔ اور وفادار جلاوطنوں کی ایک بستی نے صوبہ بخارہ میں مدت تک آتش پرستی کو قایم رکھا۔ یزدجرد کے پوتے نے لقب شاہی اختیار کیا۔ مگر ایک خفیف اور بے فیصل مقابلہ کے بعد چین کو واپس چلا آیا۔ اور تا زیست محل سفان میں رہا۔ ساسانی خاندان کے مرد بادشاہوں کا سلسلہ نیست و نابود ہوگیا۔ لیکن فارس کی مقیدہ عورتیں فاتحین کی خدمت یا نکاح میں آئیں۔ اور خلفا اور اماموں کی نسل اپنی شاہی

له منجملہ دیگر غنایم کے جو اس لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ یزدجرد کی تین لڑکیاں بھی تھیں۔ خلیفہ عمرؓ نے انمیں سے ایک کی شادی حسینؓ بن علیؓ اور ایک کی محمد بن ابو بکرؓ اور ایک کی اپنے بیٹے سے کردی تھی۔ اب گبن یہاں یہ کہتا ہے کہ خلفا کی اولاد کی شرافت ان تینوں لڑکیوں کی وجہ سے ہوئی۔ یہ قول کسی طرح قابل وقعت نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر بفرض محال اسکو صحیح مان لیا جاوے تو کیا سبب ہے کہ علیؓ کی اولاد دیگر خلفا کی اولاد کی نسبت زیادہ شریف بلکہ سردار قوم سمجھی جاتی ہے۔ جو گبن کے قول کے رو سے برابر سمجھی جانی چاہیئے تھی۔ کیونکہ یہ تینوں لڑکیاں حقیقی بہنیں تھیں اور اُنکے سبب جو شرافت ایک کی اولاد کو ہوئی وہی دوسری کی اولاد کو بھی ہوتی۔ لیکن یہ بات ہرگز اسطرح نہیں خلفا کی شرافت خود اُنکی[م]

[م] شرافت تھی نہ کہ ان لڑکیوں کی۔ ورنہ شاہی خاندان جو ابتک خاص فارسی نسل چلا آتا ہے بمقابلہ اولاد خلفا کے زیادہ وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ ۱۲ مترجم

خاندان کی ماؤں کے خون سے شریف ہو گئی۔

صوبہ ماوراالنہر کی فتح

فارس کی فتح کے بعد دریائے جیحوں ترکوں اور مسلمانوں کے ملکوں کی حد فاصل تھا جوش اہل اسلام اس چھوٹی سی حد سے گذر کر آگے بڑھے۔ خراسان کے حاکموں نے تا حملے کئے۔ ایک فتح میں ترکستان کی ایک ملکہ کا جوتا[1] ان کے ہاتھ آیا۔ جو بخارا کے پہاڑوں میں بے حواس بھاگتے ہوئے اسکے پاؤں سے نکل پڑا تھا۔ لیکن ماوراالنہر اور اسپانیہ کی آخری فتح کاہل[2] ولید کی پرشان وشوکت عہد کے لئے باقی تھی۔ جسکا ایک سپہ سالار قتیبہ ساربان جیسا شریف النسل اور لئیق شخص تھا۔ جب کاشغر کے سپاہیوں میں سے ایک نے دریائے سندھ کے کنارے پر پھریرا جھنڈا کھڑا کیا۔ تو قتیبہ کی تلوار سے ان وسیع قطعات نے جو دریائے جیحوں سیحوں اور بحیرہ خزر کے درمیان واقع ہیں۔ رسول خدا اور ان کے خلیفہ کی اطاعت قبول کرلی۔ مشرکوں پر لاکھوں ہزار دینار بطور جزیہ کے لگائے گئے۔ ان کے بتخانوں کو آگ لگا دی یا توڑ دیا مسلمانوں کے سردار نے خوارزم کی نئی مسجد میں وعظ فرمایا۔ چند لڑائیوں کے بعد ترکستان کی قومیں شکست کھا کر جنگل کو بھاگ گئیں۔ اور شہنشاہ چین مسلمان فاتحین کی دوستی کا ملتجی ہوا۔ صوبہ ماوراالنہر کی رونق جسے زمانہ قدیم میں سغدیانہ کہتے تھے زیادہ تر عربوں کی صرف سے ہوئی ہے۔ لیکن اس کی آب و ہوا اور زمین کی عمدگی

---

[1] اس جوتے کی قیمت دو ہزار دینار تھی۔ اور انعام میں عبیداللہ بن زیاد کو ملا تھا۔ یہ عبیداللہ بن زیاد وہی شخص تھا جسنے امام حسینؑ کو قتل کرایا تھا۔ [2] گبن صرف تعصب سے خلیفہ ولید کے نام کے ساتھ لفظ "کاہل" لایا ہے۔ قیاس میں نہیں آسکتا کہ وہ خلیفہ جسکے عہد میں ہسپانیہ اور ماوراالنہر جیسی فتوحات ہوئی ہیں سست و کاہل ہو۔ مترجم

بادشاہان مقدونیہ کے وقت سے معلوم تھی۔ اور لوگ اس سے مستفید ہوتے تھے۔
مسلمانوں کے حملہ سے پہلے۔ خوارزم۔ بخارا۔ اور سمرقند شمالی چرواہوں کے زیر حکومت
مالامال اور بڑی آباد تھی۔ ان شہروں کے گرد دوہری فصیل تھی۔ بیرونی فصیل جس کا محیط
اندرونی فصیل سے زیادہ تھا۔ قرب وجوار کے اضلاع کے کھیت اور باغ تھے۔ ہند وستان
اور یورپ کی ضروریات ماوراء النہر کے سوداگروں کی محنت ومشقت سے بہم پہنچتی تھیں
اور کتان[1] سے کاغذ بنانے کی بیش قیمت حرفت سمرقند کی دستکاری سے مغربی دنیا
(یورپ وغیرہ) میں پھیلی ہے۔

فتوح العجم تمام ہوئی

---

[1] اہل یورپ کو ایسی بیش بہا حرفت کے لیئے ہمیشہ مسلمانوں کا ممنون رہنا چاہیے۔ اور مسلمان
اپنی موجودہ حالت دیکھ کر بیدار ہونا چاہیے ۱۲ مستر جم۔

دوسرا باب فتوح الشام

جب مذہب اسلام اور اسلامی سلطنت قائم ہو گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے اقوام
[عر]ب کو یہ نوشتہ بھیجا "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من عبد اللہ العتیق بن ابی قحافہ
[ال]ی سائر المسلمین۔ سلام علیکم۔ فانی احمد اللہ الذی لا الہ الا ہو۔ واصلی
[عل]ی نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد عولت ان اوجھکم الی الشام لتاخذوھا
[م]ن ایدی الکفار الطغام اللئام فمن عول منکم علی الجہاد فلیبادر
[ا]لی طاعۃ الملک الوہاب" قاصد خلیفہ کے پاس آئے۔ اور یہ خوشخبری
[لا]ئے۔ کہ ہم نے جوش جہاد ہر ایک صوبہ میں پیدا کر دیا ہے۔ اور لشکر گاہ مدینہ میں ایسے
[بہ]ت سے جانباز مسلمان تھے۔ جو بیکاری سے تنگ آ گئے تھے۔ اور رسد کی قلت
[اور گ]رمی کے شاکی تھے۔ اور بے صبری سے بڑبڑاتے تھے۔ اور خلیفہ کی تاخیر کو برا
[سمجھ]تے تھے۔ جب فوج کی تعداد پوری ہو چکی۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے پہاڑی پر چڑھ کر سپاہ
[گھو]ڑوں اور ہتھیاروں کا ملاحظہ فرمایا۔ اور اس مہم میں خدا سے سرگرمی سے کامیاب
[ہو]نے کی دعا مانگی۔ آپ نے اول روز پیادہ ہو کر خود فوج کے ساتھ کوچ کیا۔ اور جب
[فر]مایا

؎ ترجمہ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عبد اللہ عتیق بن ابی قحافہ (یعنی ابوبکرؓ) کی طرف سے تمام مسلمانوں کے نام۔ تم پر سلام
[ہو۔ میں] خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور اسکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر میں درود بھیجتا ہوں۔ میں نے
[ار]ادہ کر لیا ہے کہ تمہیں ملک شام کی طرف بھیجوں تاکہ تم اس ملک کو بدبخت اور کمینہ کافروں کے ہاتھ سے اپنے قبضہ
[م]یں لاؤ۔ پس تم میں سے جو جہاد کی طرف مائل ہیں انہیں چاہیے کہ جلد خدا کی طاعت پر مائل ہو جاویں ۱۲

سے شرمندہ سردار گھوڑوں سے اترنے کی کوشش کرتے تھے۔ تو یہ کہکر آپ ان کی
تسلی کر دیتے تھے کہ جو کار خدا میں پیادہ ہیں اور سوار ہیں دونوں برابر ثواب کے
مستحق ہیں۔ خلیفہ ابو بکرؓ نے جو ہدایتیں شامی فوج کے سرداروں کو کی تھیں۔ وہ اسی
مذہبی خبط کا نتیجہ تھیں۔ جو دنیاوی مال و دولت حاصل[1] کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ گ
ظاہر ان سے نفرت کرتا ہے۔ خلیفہ کی ہدایتیں مفصلہ ذیل ہیں۔ "یاد رکھو کہ خدا ہر و
حاظر و ناظر ہے۔ اپنے تئیں فانی سمجھو بہشت کے امیدوار قیامت کے قایل رہو۔
انصافی اور ظلم سے بچو۔ اپنے بھائیوں سے مشورہ کر لیا کرو۔ اور اپنے سواروں کی ش
اور صحبت قایم رکھنے کی قواعد سیکھو۔ جب تم جہاد کرو تو مردانہ ہمہ تن مصروف ہو جاؤ
اور پیٹھ پھیر کر مت بھاگو۔ اور عورتوں اور بچوں کے کشت و خون سے اپنی فتح پر دھب
مت لگاؤ۔ کھجور کے درختوں یا کسی اور اناج کے کھیت کو مت جلاؤ۔ بار آور درختوں
مت کاٹو۔ اور مویشیوں کو کوئی نقصان نہ پہنچاؤ۔ اور صرف خوراک کے لیئے ذبح
جب تم کوئی عہد و پیمان کرو۔ اس پر قایم رہو۔ اور وعدہ کو پورا کرو۔ تمہارا گذر اب
زاہد لوگوں پر ہوگا۔ جو علیحدہ عبادت خانوں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور اس طر

---

[1] گبن کا حاصل کلام یہ ہے کہ مسلمان مذہب کی آڑ میں دنیا حاصل کرتے ہیں۔ کوئی منصف مزاج شخص
کی ہدایات سے یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکال سکتا۔ اس سے گبن کی حماقت و تعصب ظاہر ہوتے ہیں۔ جب مسلمانو
پہلے پہل کافروں کی اذیتوں سے تنگ آ کر تلوار پکڑی تو ان کی کیا غرض تھی۔؟ صرف حفاظت جان و مذہب
تحصیل مال و دولت۔ کیا یہ قیاس میں آسکتا ہے۔ کہ رسول صلعم جو یہ کہا کرتے تھے انما انا بشر مثلکم یوحی الی
یعنے میں تم جیسا ایک انسان ہوں سوائے اسکے کہ میری طرف وحی آتی ہے۔ سلطنت یا مال و دولت کے خواہاں
ہرگز نہیں۔ باقی رہے خلفا سو وہ بجائے اسکے کہ مال جمع کریں اپنی جان و مال کو فی سبیل اللہ صرف کیا کرتے تھے۔

سے خدا کی عبادت پسند کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے کچھ نہ کہو۔ اور نہ اُنھیں قتل کرو۔ انکے عبادتخانوں کو مسمار نہ کرو۔ اور ایک اور قسم کے لوگ تمھیں ملینگے۔ جو شیطان کی کنیسوں میں رہتے ہیں۔ اور سر منڈے ہوئے رکھتے ہیں۔ اُن کے سر ضرور قلم کرو۔ اور اُنکو رہنے کے لیئے جگہ نہ دو تا وقتیکہ وہ اسلام قبول نکرلیں۔ یا جزیہ ادا نکرویں
اہل عرب میں فحش یا بیہودہ گفتگو اور قدیمی لڑائیوں کی خطرناک یاد کی سخت ممانعت تھی۔ لشکر کے شور و غل میں مذہبی فرایض بڑے زور و شور سے ادا کئے جاتے تھے۔ فرصت کا وقت قرآن کے پڑھنے خدا کے غور و دھیان اور نماز میں صرف ہوتا تھا۔ شراب خوری کی زیادتی بلکہ استعمال بھی انکی دُرّے پاؤں کے تلووں پر لگائے جاتے تھے۔ اور اپنے ابتدائی جوش کی سرگرمی میں بہت سے نامعلوم مجرموں نے اپنے قصوروں کا اقرار کیا۔ اور سزا کے خواستگار ہوئے۔ کچھ تامل کے بعد شام کی فوج کی سپہ سالاری ابو عبیدہ رض[۵] کے حوالہ ہوئی جو رسول خدا کے ایک صحابی اور مہاجر تھے۔ جنکی سرگرمی اور جان نثاری میں انکے بڑے حلم اور فیاضی سے کچھ فرق نہ آیا تھا۔ مگر تمام مصائب جنگ میں سپاہیوں کو خالد جیسے عالی حوصلہ شخص کی ضرورت تھی۔ خلیفہ سپہ سالاری کے لیے خواہ کسی کو پسند فرماتے

(بقیہ حاشیہ) اور جب کوئی غنیمت آتی اُسے تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ آنحضرت کو دنیاوی مال پر جسقدر اسلام نے ترجیح دی ہوئی ہے۔ روئے زمین کے کسی اور مذہب میں ایسا نہیں پایا جاتا۔ فی الحقیقت مال فتنہ ہے اور قابل تحصیل اگر کوئی چیز ہو سکتی ہے تو وہ خدا ہی ہے۔ ہمارے بھائی الگزنڈر رسل وب اپنے رسالہ نماز میں تحریر فرماتے ہیں مسلمان عاقبت کو موجودہ زندگی کی نسبت زیادہ عزیز سمجھتا ہے پس خدا اُسکے اکثر خیالات اور اعمال کا میلان اُس طرف ہوتا ہے جسکے ذریعے سے اُسکے لیئے بہشت میں خزاین ثواب جمع ہوں ۱۲ مترجم

۵۔ یہ گبن کی غلطی ہے حضرت ابوبکر رض کے عہد میں خالد رض بن ولید سپہ سالار مقرر ہوئے تھے۔ اور جب خلیفہ ثانی تخت نشین ہوئے۔ تو انکا سب سے پہلا حکم یہی تھا کہ بجائے خالد رض کے ابو عبیدہ رض کو سپہ سالار کر دیا۔ ۱۲ مترجم

مگر سیف اللہ (یعنی خالد رض) حقیقت میں سپہ سالار تھے اور شہرت میں سب مسلمانوں سے سبقت لے گئے تھے - وہ حکم کو بے دریغ مان لیتے تھے - ابو عبیدہ بغیر کسی قسم کے حسد کے اُن سے مشورہ لیتے تھے - خالدؓ کی بازیادہ تر زمانہ کی حالت ہی ایسی تھی کہ اُنہوں نے فرمایا میں اسلامی جھنڈے تلے لڑنے کو طیار رہوں - خواہ وہ کسی بچہ یا دشمن کے ہاتھ میں ہو - جو مسلمان فتح پاتا تھا اُس کی عزت ہوا کرتی تھی - اور انعام و ریاست ملا کرتے تھے - مگر وہ اسباب[۵] خوب جانتا تھا کہ اگر صرف اس دنیا کی دولت باعث جنگ ہو تو فقط یہی دولت اُس کی جزا ہی

محاصرہ شہر بصرہ

شام کے پندرہ صوبوں میں سے ایک کا نام جس میں حوران کی مشرقی مزروعہ شامل تھی رومیوں نے فخر سے عرب رکھا تھا - قومی استحقاق کی وجہ سے مسلمانوں نے حملہ کیا - یہ ملک تجارت کے خوابگیر سے مالا مال ہو گیا تھا - ہوشیار سلاطین نے اس حفاظت کے لیئے ایک قطار میں قلعے بنوا دیئے تھے - اور حراسہ - فلادیلفیا اور بصرہ - اپ مضبوط فصیلوں کی وجہ سے اتنا تو تھا کہ کم از کم ناگہانی حملہ سے محفوظ تھے - بصرہ مدینہ اٹھارہ منزل تھا - حجاز اور عراق کے قافلے جو ہر سال صوبہ کی اس مالا مال منڈی او میں آیا کرتے تھے - اس راستہ سے خوب واقف تھے - عربوں کے دائمی حسد سے باشندوں کو ہتھیاروں کا استعمال آگیا تھا - اور بصرہ کا دروازہ اسقدر کشادہ تھا کہ بار سوار حملہ کے لیئے اس میں سے گذر سکتے تھے - شامی زبان میں بصرہ کے معنی حفاظت "مضبوط برج" ہیں -

---

۵ قرآن شریف میں ہے - فمن الناس من یقول ربنا اتنا فی الدنیا وما لہ فی الآخرۃ من خلاق
ترجمہ - یعنے بعض لوگ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں دے - اور اُنکے لیے آخرت میں کچھ

جب مسلمانوں نے پہلے پہل سرحدیوں کی مفرور جماعت پر فتح پائی اور غیر محفوظ شہروں پر تصرف کر لیا۔ تو ان میں سے چار ہزار سواروں کے ایک دستہ نے دلیرانہ قلعہ بصرہ پر للکار کر حملہ کرنے کی جرأت کی۔ شام کی فوج انپر غالب آئی۔ مگر خالدرضؓ ایک ہزار پانسو سوار لیکر آپہونچے اور انہیں بچالیا۔ اور لڑائی شروع کرنے پر ملامت کی۔ اور از سر نو حملہ کر کے اپنے دوست شرجیل کو چھڑا لیا۔ جس نے پیغامبر رسول کے وعدوں اور خدا کی وحدانیت کو پکارا تھا۔ کچھ آرام کے بعد مسلمانوں نے تیمم کیا۔ اور خالدرضؓ کو امام بنا کر نماز فجر ادا کی۔ اور پھر سوار ہوگئے۔ اپنی طاقت کے بھروسے پر بصرہ والوں نے دروازے کھول دیئے۔ اور میدان میں صف آرائی کی۔ اور اپنے مذہب پر جان دینے کی قسم کھائی۔ مسلمانوں کی صفوں میں "لڑو لڑو بہشت بہشت" کا نعرہ گونج اٹھا۔ جس کے سامنے اک صلح پسند مذہب کا قایم رہنا محال تھا۔ شہر کے شور و غل گھنٹوں کی ٹنٹناہٹ اور پادریوں اور راہبوں کے نعروں نے عیسائیوں کی ابتری اور خوف اور بھی زیادہ ہوگئے۔ دوسو تیس[۲۳۰] مومن شہید ہوئے۔ اور ہزاروں عربوں کے ہاتھ رہا۔ انسانی یا آسمانی مدد کی امید میں بصرہ کی دیواروں پر مقدس جھنڈوں اور چلیپا کا ہجوم تھا۔ روماس حاکم بصرہ نے اس سے پہلے ہی کہدیا تھا۔ کہ اطاعت قبول کر لو۔ اگرچہ

ہمارے بھائی محمد کو شلیم صاحب نے اپنی کتاب "دین السیف" میں بخوبی ثابت کر دیا ہے۔ کہ مذہب عیسوی میں جسقدر کشت و خون ہوئے ہیں۔ وہ کسی اور مذہب میں نہیں ہوئے۔ میں افسوس کرتا ہوں گبن جیسا مؤرخ بے ثبوت تعصب سے عیسائی مذہب کو صلح پسند کہتا ہے۔ مذہب عیسوی اور اسکے لیے لفظ ...

جب خالدؓ نے شرجیل کو چھڑا لیا۔ تو پھر حملہ کر کے فوج بصرہ کو پراگندہ کر دیا تب انکے سردار روماس آگے بڑھکر بولا۔ اے سرداران عرب میں حاکم بصرہ ہوں جو چاہے میرے مقابلے پر آئے۔ حضرت خالدؓ آگے بڑھے۔ اسنے پوچھا کہ تم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایک نبی ہاشمی محمد نام ہوگا۔ خالدؓ نے جواب دیا وہ ہمارے ہی نبی ہیں۔ بہت سی اور باتیں

ہو کر لوگوں نے اُسے حکومت سے برطرف کر دیا تھا۔ مگر اب تک اسکے دل میں یہ خواہش باقی تھی کہ بدلہ لینے کا موقع ملے۔ ایک رات ملاقات کرتے وقت روماس نے ان کے دشمن (خالد رض) سے یہ بیان کیا کہ میرے گھر سے زمین کے اندر ہی اندر ایک راستہ فصیل تک جا پہنچا ہے حضرت ابوبکر رض کی صاحبزادے مع ایک سو سواروں کے اُس نئے مددگار کے اعتماد پر اُسکے ساتھ بھیجدیئے گئے۔ اور ان کی کامیاب دلیری سے انکے اصحاب کو شہر کے اندر داخل ہونے کا راستہ آسانی سے مل گیا۔ جب خالد رض اطاعت اور خراج کی شرائط مقرر کر چکے۔ تو اس نوسلم (روماس) نے مجمع عام میں اپنے قابل انعام دھوکے کا اقرار کیا۔ اور کہا "میں دونوں جہان میں تمھاری سوسائٹی کو ترک کرتا ہوں۔ اور میں منکر ہوں اُسکا جو مصلوب ہوا۔ اور جو اس کی پرستش کرتا ہے اور میں نے بخوشی مان لیا ہے خدا کو اپنا مالک۔ اسلام کو اپنا دین۔ کعبہ کو اپنا قبلہ۔ مسلمانوں کو اپنا بھائی اور حضرت محمد صلعم کو اپنا رسول۔ جو صراط مستقیم میں ہماری رہنمائی کے لیئے اور مشرکوں کے برخلاف سچے مذہب کو ترقی دینے کیلئے مبعوث ہوئے ہیں"

شہر دمشق کا محاصرہ

بصرہ کی فتح سے دلیر ہو کر عربوں نے شام کے قدیم دار الخلافہ دمشق کا جو بصرہ سے چار دن کی راہ ہے محاصرہ کرنے کی تیاری کی۔ فصیل شہر سے کچھ فاصلہ پر اُنھوں نے اُس خوشنما ملک

(بقیہ حاشیہ) دریافت کرنے کے بعد روماس نے کہا بیشک تم حق پر ہو۔ اور اسلام سچا مذہب ہے پھر اُسنے اپنے لشکر میں جا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مسلمانوں سے صلح کر لو۔ تب اُنھوں نے روماس کو معزول کر دیا۔ روماس ناراض ہو کر گھر چلا گیا۔ اور بصرہ والوں سے بدلہ لینے کا موقع سوچتا تھا۔ ایک رات وہ خالد رض کے پاس مسلمانوں کے لشکر میں پہنچا اور کہا کہ فصیل شہر سے میرے گھر تک ایک زمین دوز رستہ ہی۔ اگر آپ میرے ساتھ کچھ سپاہ بھیجدیں تو شہر فتح ہو جائیگا۔ عبدالرحمن بن ابوبکر رض مع ایک سو سواروں کے اسی راستے شہر میں پہنچ۔ اور شہر کے باہر حضرت خالد رض مع فوج کے مسلح کھڑے ہو گئے۔ اور جب عبدالرحمن رض نے نعرۂ اللہ اکبر مارا تو شہر پر اندر اور باہر سے مسلمانوں نے حملہ کر کے فتح کر لیا۔ اسکے بعد روماس کی بیوی نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ گبن نے بیان کا اختصار کیا ہے ۱۲ منہ

کے چشموں اور درختوں کے جھنڈ میں ڈیرے ڈال دئے۔ اور مستعد اہل شہر کو جنکے پاس اُسی وقت پانچہزار یونانی سواروں کی کمک پہنچ گئی تھی حسب معمول یہ کہا گیا۔ کہ اسلام جزیہ جنگ ان تینوں میں سے جسے چاہو اختیار کرلو۔ فن حرب کے تنزل کے وقت بھی جیسا اُسکے شروع میں ہوتا تھا۔ خود جنرل ایک دوسرے کو لڑائی کے لیئے للکارتے اور اُسکا جواب دیتے تھے میدان دمشق میں بہتسے نیزے پارہ پارہ ہوگئے۔ اور محصورین کے پہلے حملہ میں حضرت خالدؓ کی شجاعت خوب ظاہر ہوئی۔ استقلال سے حملہ کرکے اُنہوں نے ایک قوی شجاع عیسائی حریف کو مغلوب کرکے قید کرلیا۔ اور فوراً ایک نئے گھوڑے پر جسے حاکم تدمر (یا تدمور) نے بطور پیشکش دیا تھا۔ سوار ہوکر مقدمۃ الجیش میں جا گھسے۔ ان کے دوست ضرار نے فرمایا "آپ ذرا آرام لیں اور مجھے اپنی جگہہ لڑنے کی اجازت دیجئے۔ آپ اس کتے کے ساتھ لڑتے لڑتے تھک گئے ہونگے" سپہ سالار نے جسے تھکان معلوم ہی نہ ہوا تھا جواب دیا۔ "اے ضرار ہم عقبے میں آرام کریں گے۔ جو آج مشقت اُٹھائے گا وہ کل آرام پائے گا" ویسے ہی جوش سے حضرت خالدؓ نے ایک اور جوانمردی کی وار کا جواب دیا۔ اور حملہ سے اُسے مغلوب کرلیا۔ ان دونوں قیدیوں[ل] کے سر کاٹ کر جنہوں نے اجابت اسلام سے انکار کیا تھا غصہ سے شہر میں پھنکوا دیئے۔ چند واقعات جزوی کلی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل دمشق اب زیادہ تنگی محاصرہ میں مبتلا ہوگئے۔ مگر ایک قاصد جسے اہل شہر نے دیوار پر سے باہر اُتار دیا تھا۔ جلد ایک طاقتور کمک کی خوشخبری لایا۔ اور اُن کی خوشی کے شور و غل سے عربوں کے لشکر گاہ تک خبر پہنچی۔ کچھ بحث و تکرار کے بعد جنرلوں میں یہ قرار پایا کہ جبتک ہم لشکر شاہی سے نہ لڑلیں محاصرہ دمشق بالقطع اُٹھا لیا جائے۔ یا چند سے ملتوی

ل۔ ان دونوں قیدی سرداروں کے نام عزرائیل اور کلوس تھے بحکم خالدؓ عزرائیل کو ضرار بن الازور اور کلوس کو عبیدۃ الطائی نے بعد انکار اسلام قتل کیا تھا۔ ۱۲ مترجم

کردیا جائے۔ بازگشت کے وقت حضرت خالدؓ نے خطرناک جگہ یعنے ساقۃ الجیش کو پسند کرتے
مگر شرافت سے اُنہوں نے ابوعبیدہؓ کی فرمانبرداری کی۔ اور خطرہ کے وقت اپنے دوست
کو چھڑانے کے لیئے بھاگے۔ جس کو چھ ہزار سواروں اور دس ہزار پیادوں نے بیرحمی
سے گھیر رکھا تھا۔ کوئی عیسائی ایسا نہیں جو اُن کی مشق میں ہزیمت کے حالات بیان کرسکے
اس مشہور لڑائی کے لیئے اُن مسلمانوں کا جمع ہونا ضروری تھا۔ جو شام اور فلسطین کے حدود
پر پراگندہ تھے۔ میں یہاں ایک فرمان کو جو عمرو بن العاص فاتح مصر کے نام لکھا گیا تھا۔
نقل کرتا ہوں۔ " بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد فان اخوانک المسلمون
قد عولوا علی المسیر الی اجنادین فان ھناک من سبعین الفا وھم یریدون
المسیر الینا لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون
فاذا وصل الیک کتابی ھذا فاقدم من معک من المسلمین الی اجنادین
فانک تجدنا ھنالک انشاء اللہ تعالی" خوشی خوشی حسب فرمودہ عمل درآمد کیا
گیا یعنی ۴۵ ہزار مسلمان اسی دن مقام مسعودہ پر جمع ہوگئے۔ اور سب نے کہا کہ ہماری
نجات اور جوش سب خدا کی عنایت سے ہے۔

جنگ اجنادین

فارس کی فتح کے تقریباً چار سال بعد ہرقل اور اُس کی سلطنت کے امن میں ایک اُمرِ

ترجمہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد حمد و صلواۃ کے حال یہ ہے کہ تمھارے بھائی مسلمانوں نے اجنادین کی
طرف جانے کا ارادہ کیا ہے کیونکہ وہاں ستر ہزار سپاہ جمع ہے جو ہماری طرف آنے کا قصد کرتے ہیں تاکہ
نور خدا اپنے منہ سے بجھادیں اور خدا اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافر نا خوش ہوں جس وقت میرا یہ خط تمہارے پاس
پہنچے۔ جو مسلمان تمہارے ساتھ ہیں انکو لیکر اجنادین میں آجاؤ۔ ان شاء اللہ تم ہمیں وہاں پاؤگے ۱۲ مترجم

شخص خلل انداز ہوا جنکے مذہب کی طاقت کو مشرق کے عیسائی ادراک تو کرتے تھے ۔
مگر اُسے صاف صاف نہیں سمجھتے تھے قسطنطنیہ یا انطاکیہ کے محل میں ہرقل نے دمشق کے
خطرہ اور شام کے حملہ اور بصرہ کے ہاتھ سے نکل جانے سے خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اور
اُسکے سپہ سالار وردان کے پاس حمص میں ستر ہزار جنگ آزمودہ یا نئی بھرتی شدہ سپاہ
جمع تھے ۔ جس میں خصوصاً وہ سوار شامل تھے جنھیں خواہ شامی یا یونانی یا رومی کہئے ۔
شامی تو اُن کی جائے پیدایش یا میدان جنگ کے لحاظ سے ۔ یونانی اُنکے بادشاہ کے مذہب
اور زبان کی وجہ سے اور رومی بوجہ اس فخریہ لقب کے جسپر اب تک قسطنطین کے جانشین
دھبہ لگا رہے تھے ۔ جب وردان میدان اجنادین میں ایک سفید خچر آراستہ بزنجیر زر پر
سوار ہوا ۔ جسکے گرد صلیب اور جھنڈے تھے ۔ تو وہ ایک تند اور بہادر جنگجو (ضرار بن الازورؓ)
کے اپنے نزدیک آنے سے حیران ہوا ۔ اور ضرارؓ (خالدؓ کے فرمان سے) دشمنوں کا
حال دریافت کرنے آئے تھے ۔ زمانہ اور ملک کے جوش نے ضرارؓ میں جانبازی کی ہمت پیدا
کر دی تھی ۔ یا شاید اس میں لوگوں نے کچھ عبارت آرائی کی ہے ۔ عیسائیوں سے نفرت غنیمت
کی خواہش اور خطرہ کو ہیچ سمجھنا اُس مسلمان سردار (ضرارؓ) کے غالب خیالات تھے ۔ اور موت ناگہانی
کا خیال اُسکے اعتقاد میں ذرا بھی فرق نہ ڈال سکتا تھا ۔ اور نہ اُسکے استقلال کو پراگندہ
کر سکتا تھا ۔ اور نہ اُسکے مزاج کی سیدھی سادی اور جنگی خوش مشقی کا مانع آتا تھا ۔ اور نہایت
ہی مایوسی کی مہمات میں وہ دلیر دور اندیش اور خوش نصیب رہتا تھا ۔ تین دفعہ مشرکوں
کے ہاتھ گرفتار ہوا ۔ اور دیگر بیشمار جانبازیوں کے بعد وہ اب تک فتح شام کے کارنامے
بیان کرنے اور انعامات سے خوشی حاصل کرنے کے لیئے زندہ رہا ۔ اس موقع پر اکیلے نے
صرف اپنے نیزہ سے تیس رومیوں کا تعاقب کیا جنھیں وردان نے بھیجا تھا ۔ اُن میں سے

ستر کو مار یا گھوڑوں سے گرا۔ ضرار بعافیت اپنے تحسین کرتے ہوئے سپاہیوں میں آپہنچے جب
سپہ سالار نے اس مبادرت کے سبب اُس سے کچھ بازپرس کی۔ تو سپاہیانہ سادگی سے اپنا
عذر بیان کیا۔ اور یوں کہا "نہیں میں نے تو پہلے لڑائی شروع نہیں کی۔ بلکہ وہ مجھے گرفتار
کرنے آئے۔ اور میں ڈر گیا کہ مبادا خدا مجھی پیٹھ پھیرتے دیکھ لے۔ اور واقعی میں نے بڑی
متانت سے لڑائی کی۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ خدا نے مشرکوں کے مقابلہ میں میری مدد
کی۔ اگر مجھے اپنی نافرمانی کا خیال نہ ہوتا۔ تو میں دشمنوں کو یوں زندہ چھوڑ کر نہ آتا۔ میں
اب چلا آیا ہوں۔ اور میں ابھی خیال کرتا ہوں کہ دشمن گرفتار ہو جائیں گے"۔ دونوں فوجوں
کے سامنے ایک معزز یونانی (جا فلیقا نام ہو۔ واقدی) صلح کا خیاصانہ پیغام لیے آگے بڑھا۔
محاصرہ سے دست بردار ہونے کے عوض ہر ایک مسلمان سپاہی کو ایک عمامہ۔ ایک کپڑا
اور ایک دینار۔ سپہ سالار کو دس کپڑے اور سو دینار۔ اور خلیفہ کو سو کپڑے اور ایک ہزار دینار
کافروں کی طرف سے ملیں گے۔ مگر خالد رضہ کے غضبناک تبسم سے انکار پایا گیا۔ (کلام خالد رضہ)
"تمہیں کیسا معلوم ہوا تم جانتے ہو تمہیں تین چیزوں میں سے ایک کا اختیار دیا گیا ہے۔
قرآن۔ جزیہ۔ یا تلوار۔ ہم ایسی قوم ہیں۔ جو امن کی نسبت لڑائی میں خوش
ہیں۔ اور ہم تمہاری حقیر خیرات سے نفرت کرتے ہیں۔ کیونکہ جلد ہم تمہارے اہل و عیال آبرو
جان و مال کے مالک بن جائیں گے" باوجود اس ظاہری حقارت کے وہ رعایا کے خطرہ سے
بخوبی واقف تھے۔ جو مسلمان فارس میں رہتے تھے اور جنہوں نے کسریٰ کے لشکر دیکھے
وہ بیان کرتے تھے کہ ہم نے اس سے زیادہ خوفناک صف آرائی نہیں دیکھی۔ دشمن کی
فوقیت کو دیکھ کر اس چالاک سلطان (خالد رضہ) نے مسلمانوں کی دلیری بڑھانے کی ایک
اور ترغیب نکالی۔ آپ نے فرمایا "تم دیکھتے ہو سامنے رومیوں کی فوجوں کا ہجوم ہے

بجز بھاگنے کی توتمہیں امید نہیں ہو سکتی ۔ تم ملک شام کو ایک ہی دن میں فتح کر سکتے ہو لڑائی کا نتیجہ تمہاری صف آرائی اور استقلال پر منحصر ہے ۔ شام تک قدم جمائے رکھو ۔ شام ہی کے وقت پیغمبر صاحب غالب آیا کرتے تھے" متواتر وہ لڑائیوں میں انکا استقلال متین قایم رہا ۔ اگرچہ کافروں نے باران تیر برسایا ۔ اور مسلمان سپاہ حملہ کی ممانعت کی وجہ سے اپنے سپہ سالار کے برخلاف بڑبڑاتی تھی ۔ آخر کار جب دشمن کی سپاہ کا جوش ڈھیلا پڑ گیا اور انکی ترکشیں تیروں سے خالی ہوگئیں ۔ تو حضرت خالد رضؓ نے حملہ سے فتح پانے کا اشارہ دیا ۔ شاہی فوج میں سے جو بچے وہ انطاکیہ یا قیساریہ یا دمشق کو بھاگ گئے ۔ اور چار سو ستر شہیدوں کے عوض میں مسلمان سپاہ نے پچاس ہزار کافروں کے سر کاٹ واصل جہنم کئے بے بہا غنیمت ہاتھ آئی جس میں بہت سے جھنڈے سونے چاندی کی صلیبیں ۔ جواہرات سونے چاندی کی زنجیریں ۔ اور بیش قیمت زرہوں اور کپڑوں کے بیشمار جوڑے تھے ۔

اس غنیمت کا تقسیم کرنا فتح دمشق تک ملتوی رکھا گیا ۔ لیکن ہتھیاروں کی بروقت مدد فتوحات کا ذریعہ ہوگئی ۔ یہ جلیل القدر خوشخبری خلیفہ کی خدمت میں بھیجی گئی ۔ اور جو اہم عرب نے جو پیغمبر خدا کی رسالت کی طرف ذرا بھی توجہ نکرتی تھیں ۔ یا رسالت کی منکر تھیں ۔ ملک شام کی غنیمت میں حصے لینے کی سرگرمی سے التجا کی ۔

مراجعت بجانب شہر دمشق

اندوہناک اور خوف زدہ دشمنوں کے بھاگنے سے یہ افسوسناک خبر دمشق میں پہنچ گئی ۔ اور وہاں کے باشندوں نے اپنے گھروں کی دیواروں پر سے میدان اجنادین کے بہادروں کو واپس آتے ہوئے دیکھا ۔ عمرو بن العاصؓ نو ہزار فوج ہراول کے سردار تھے مسلمانوں کی فوج کے دستے ایک دوسرے کے بعد ایک خوفناک نظارہ کی حالت میں گزر

رہے تھے۔ ساقۃ الجیش میں حضرت خالدؓ رایت العقاب لیئے ہوئے تھے۔ بوقت
شب دو ہزار سواروں کے ساتھ شہر کے گرد گشت کرنے اور میدان کی صفائی اور ہر قسم
کی خبر یا مدد کو روک دینے کا کام آپ نے چست و چالاک ضرار بن الازورؓ کے حوالہ کیا۔ عرب
کے باقی سردار دمشق کے سات دروازوں پر اپنی اپنی جگہہ مقرر تھے۔ اور شجاعت و دلیری
سے از سر نو محاصرہ شروع ہوا۔ مسلمانوں کی سادہ کامیاب لڑائیوں میں یونانیوں اور
رومیوں کی محنت۔ فن حرب اور فلاحن جنگ شاذ و نادر پائے جاتے ہیں
ان کے لیئے صرف اتنا کافی تھا کہ شہر کے گرد خندقیں نہ کھودیں۔ بلکہ ہتھیاروں سے
اسکا محاصرہ کریں۔ محصورین کی حملے کو رد کیں۔ کوئی سیدھی تدبیر یاد کیا کریں یا قحط اور
بے صبری کے منتظر رہیں۔

اہل دمشق اسبات کو منظور کر لیتے کہ اجنادین کی لڑائی کا نتیجہ شہنشاہ اور خلیفہ میں آخری
اور قطعی فیصلہ سمجھا جائے ایک شریف یونانی توما نامی تھا۔ جو ایک پرائیویٹ معاملہ میں ہرقل[1]
کے اتحاد سے نامور ہو گیا تھا۔ اس کی طاقت کو دیکھکر اہل دمشق میں پھر ہمت پیدا ہو گئی رات
شور و غل اور روشنی سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ صبح کو دھاوا ہوگا۔ اور وہ عیسائی جوانمرد جو عرب کو
مذہبی جوش سے نفرت ظاہر کرتا تھا۔ ویسے ہی جوش کو کام میں لایا۔ بڑے دروازہ پر دو
لشکروں کے سامنے ایک صلیب گاڑدی گئی۔ بطارقہ اور آرچبشپ خود وہاں گئے۔ اور
انجیل کو صلیب کے سامنے رکھا۔ اور یہ دعا مانگی۔ کہ اے خداوند اپنے بندوں کی مدد کر
اور اپنی صداقت کو ثابت کر کہ جس سے سپاہ جانبین اصلاح پذیر یا بدتر ہو گئی۔ لڑائی متواتر
سرگرمی سے ہوتی رہی۔ اور ماہر توما نے جس کا تیراندازی میں کوئی ثانی نہ تھا بڑے بڑے

[1] توما ہرقل کا داماد تھا۔ دیکھو واقدی ۲۷۔

بہادر مسلمانوں کو شہید کیا۔ آخر کار ایک شجاع عورت نے انکا بدلہ لیا۔ ابان کی بیوی نے جو جہاد میں ساتھ گئی تھی اپنے مرتے خاوند کو سینے سے لگا کر کہا۔ هنيئت[1] بما اعطيته مضيت الى الحور العين الى جوار رب العلمين هو الذى جمع بيننا ثم فرقنا والله لاجهدن حتى الحق بك لانى متشوقة اليك لم ارومنك ولتزهنى ولكن ابى الله الا ان ينغصنى بعيشى حرام على ان يلامسنى بعدك احد فقد حبست نفسى فى سبيل الله عسى ان الحق بك وارجو ان يكون ذالك عاجلا ۔ بعد آہ وزاری کے اسنے اپنے خاوند کو غسل دیکر رسومات کے موافق دفن کر دیا۔ اور مردانہ وار ہتھیار ہاتھ میں لیئے ہوئے جنھیں وہ اپنے وطن میں استعمال کیا کرتی تھی۔ دلیر زوجہ ابان اسی جگہہ پہنچی۔ جہاں کہ اسکے خاوند کا قاتل قلب فوج میں لڑ رہا تھا۔ اس بیوہ کا پہلا نیزہ دشمن کے علم بردار کے ہاتھ میں لگا۔ اور دوسرے نیزہ سے توما کی آنکھ زخمی ہوگئی۔ اور عیسائی بے دم ہوکر اپنے سردار اور جھنڈے کو چھوڑ بھاگے۔ مگر تاہم دمشق کے دریا دل جوانمرد (توما) نے اپنے محل کو واپس جانے سے انکار کیا فصیل پر اسکے زخم پر مرہم لگایا گیا۔ لڑائی شام تک ہوتی رہی۔ اور شامیوں نے اپنے ہتھیاروں پر تکیہ لگا لیا رات کے سناٹے میں گھنٹہ پر ضرب لگانے سے لڑائی کا اشارہ دیا گیا۔ دروازے کھول دیئے

---

[1] ترجمہ گوارا ہو تمکو وہ چیز جو دی گئی تمکو تم گئے طرف حورعین اور سایہ رب العلمین کی۔ ایسا پروردگار جسنے یکجا کیا تھا ہمکو اور تمکو۔ پھر جدا کر دیا ہم دونوں کو قسم خدا کی میں جہاد اور کوشش کروں گی یہاں تک کہ ملجاؤں میں تم سے کیونکہ میں تمہاری آرزومند ہوں۔ میں نہیں آسودہ ہوگی میں تم سے اور نہ تم مجھسے ولیکن نہ منظور کیا اللہ تعالی نے مگر یہ کہ نامراد رکھا مجھکو حرام کیا میں نے اپنے اوپر اس امر کو کہ چھوئے مجھے بعد تمہارے کوئی شخص۔ اور قید کیا میں نے اپنی جان کو اللہ کی راہ میں۔ قریب ہے کہ ملوں گی میں تم سے اور میں امید رکھتی ہوں کہ یہ امر جلد واقع ہو۔ ۱۲ مترجم

گئے۔ جنہیں سے تیز و تند فوج نے نکلکر مسلمانوں کے سوتے ہوئے لشکر پر حملہ کیا۔ سب سے پہلے حضرت خالدؓ مسلح ہوئے۔ اور چار سو سوار لے کر پاس گاہ پہنچے۔ اور اُن کے آہنیں رخساروں پر آنسو روان ہوئے۔ جب یہ دلسوز دعا مانگی۔ اللھم انظر الیھم بعینک التی لا تنام ولا تسلمھم الی عدوھم۔ سیف اللہ کے سامنے توانائی دلیری اور شجاعت کا بس نہ چلا۔ جب مسلمانوں کو یہ خطرناک حالت معلوم ہوئی تو پھر انہوں نے بھی صف آرائی کر لی۔ اور غنیم کی مقدمہ اور ساقہ فوج پر ٹوٹ پڑے۔ ہزارہا جانیں تلف ہوئیں۔ اور عیسائیوں کا سپہ سالار مایوس ہو کر آہ و زاری کرتا ہوتا میدان سے اُلٹا پھرا۔ اور مسلمانوں کے تعاقب کو فلاحن وغیرہ سے روک دیا۔

ستر دن کے محاصرہ کے بعد اہل دمشق کا استقلال اور شاید انکا سامان رسد بھی باقی نہ رہا۔ اور ان کے سب سے دلیر سردار کو مجبوراً اطاعت قبول کرنی پڑی۔ جنگ صلح کے معاملات میں مشرک لوگ خالدؓ کی تندی سے ڈرنا اور ابو عبیدہؓ کی حلم آمیز نیکیوں کی قدر کرنا سیکھ گئے تھے۔ آدھی رات کے وقت ایک سو معزز وکیل پادریوں اور لوگوں کی طرف سے اس معزز سپہ سالار (ابو عبیدہؓ) کے خیمہ میں داخل ہوئے۔ جو اُن سے خلق سے پیش آیا۔ اور پھر اُنکو رخصت کر دیا۔ وہ رسول خدا کے صحابی کے ایمان پر بہ تحریری عہد نامہ لکھوا لائے۔ کہ تمام عداوتیں بند ہونی چاہئیں۔ اور جو لوگ اپنی مرضی سے وطن ترک کرنا چاہتے ہیں انہیں اجازت ہے کہ ہجرت کریں۔ اور جسقدر مال اُٹھا سکتے ہیں ہمراہ لے جائیں۔ اور خلیفہ کی جزیہ دینے والی رعایا اپنے گھروں میں بامن و عیش رہے۔ اور زمین کی زراعت سے فایدہ اُٹھائے اور سات کنائیس انکے استعمال میں رہیں۔ ان شرائط پر جو دروازہ شہر مسلمانوں کے لشکر سے

لہ ترجمہ اے خدا اپنے بندوں کی طرف اُس آنکھ سے دیکھ جو کبھی نہیں سوتی۔ اور انہیں انکے دشمنوں کے حوالے مت کر۔

نہایت ہی قریب تھا۔ ابو عبیدہؓ کے حوالہ کیا گیا۔ معزز اشخاص یرغمال کے طور پر اُنکے حوالہ ہوئے سپاہ نے اپنے بردبار سردار کی پیروی کی جو اُنکے عاجزانہ شکریہ سے خوش ہوا اور تباہی سے اِن کی جان بچا دی۔ اس عہد نامہ کی وجہ سے مشرک بے خوف ہو گئے مگر اسی وقت شہر کے مقابل کے دروازہ پر حملہ اور دغا سے مسلمانوں کا تصرف ہو گیا۔ ایک سو عربوں کی جماعت نے ابو عبیدہؓ سے زیادہ سخت دشمن (خالد رضؓ) کے لیئے مشرقی دروازہ کھول دیا۔ خانہ گر خونخوار خالدؓ نے فرمایا "خدا کے دشمنوں کے لیئے کوئی پناہ نہیں"۔ اس کے بعد لشکر خالدؓ میں بگل بجا۔ اور اُنہوں نے دمشق کے کوچوں میں عیسائیوں کے خون کی رو بہا دی۔ جب وہ کنیسہ مریم کے پاس پہنچے۔ تو وہ اپنے دیگر ساتھیوں (یعنی سپاہ ابو عبیدہ) کی بے جوش صورت دیکھکر حیران اور خفا ہوئے۔ کیونکہ اُن کی تلواریں میانوں میں تھیں۔ اور اُنکے گرد قسیس اور راہب جمع تھے۔ ابو عبیدہؓ نے سپہ سالار سے السلام علیک کہا۔ اور فرمایا "خدا نے شہر کو از روئے صلح کے میرے ہاتھ سے فتح کیا۔ اور مسلمانوں کو لڑائی کی تکلیف سے بچا لیا"۔ تب خالد رضؓ نے غضبناک ہو کر جواب دیا "کیا میں امیر المومنین کی طرف سے سپہ سالار نہیں ہوں۔ اور آیا میں نے شہر کو حملہ سے فتح نہیں کیا۔ ؟ مشرکین تہ تیغ ہونے چاہئیں۔

۱۵ جب ابو عبیدہؓ نے صلحنامہ لکھدیا اور دروازہ جابیہ سے شہر میں داخل ہو گئے۔ تو خالد رضؓ جنہیں اس صلح کی کچھ خبر نہ تھی مقابل کے دروازے سے باہر بڑے زور و شور سے لڑ رہے تھے اسی اثنا میں ایک قسیس یوحنا نامی جسکا مکان دروازے سے ملا ہوا تھا۔ نقب لگا کر حضرت خالد رضؓ کے پاس پہونچا۔ اور امان خواہاں ہوا حضرت خالدؓ نے اسے منظور فرمایا۔ اور ایک سو عربوں کو اُسکے ساتھ بھیجدیا جنہوں نے شہر میں داخل ہوتے ہی تکبیر کہتے ہوئے حملہ کیا۔ رومی یہ سمجھے کہ لشکر اسلام داخل شہر ہو گیا ہے بے حواس ہو گئے۔ ان سواروں نے دروازہ کو توڑ ڈالا جس سے سپاہ خالد رضؓ شہر میں داخل ہو گئی۔ اور دونوں فوجیں کنیسہ مریم کے نزدیک ملیں مترجم۔

حملہ کیے جاؤ گے۔ اگر ابو عبیدہؓ کی رحمدلی کے ساتھ شائستہ اور متین استقلال نہ ہوتا۔ تو یقیناً وہ
بے رحم عرب اس مبارک حکم کو مان لیتے اور دمشق تباہ ہو جاتا۔ ابو عبیدہؓ نے کانپتے ہوئے
باشندوں اور سب سے زیادہ پرجوش بے رحم شخص (خالدؓ) کے درمیان کھڑے ہو کر لوگوں سے
خدا کی قسم دیکر کہا میرے وعدہ پر خیال کرو۔ اپنے جوش و خروش کو ذرا جانے دو۔ اور اپنے
سرداروں کے فیصلہ کا انتظار کرو۔ سردار سپاہ کنیسہ مریم میں چلے آئے۔ اور بڑے زور و شور
کی بحث کے بعد حضرت خالدؓ کسی قدر اپنے ہم منصب (ابو عبیدہؓ) کے دلیل و فرمان کو مان
گئے جس نے خالدؓ سے یوں کہا۔ کہ قول سے نہ ہارنا چاہیئے۔ مسلمانوں کو ایفائے عہد سے
فایدہ اور نیز عزت حاصل ہے۔ ورنہ ملک شام کے شہروں کے مایوس و بے اعتماد ہونے سے
سخت مقابلہ کرنا پڑے گا۔ سب کی یہ رائے قرار پائی کہ تلوار میان میں کی جائے۔ اور دمشق کا
وہ حصہ جس کے باشندوں نے اپنے تئیں ابو عبیدہؓ کے حوالہ کر دیا ہے مقررہ شرایط سے
مستفید ہونے کا مستحق سمجھا جائے۔ اور اس آخری فیصلہ کو خلیفہ کی عقل و انصاف پر چھوڑ دیا
جائے۔ بہت سے لوگوں نے تکلیف برداشت کرنے اور جزیہ ادا کرنے کی شرایط منظور کیں
اور دمشق میں اب بھی بیس ہزار عیسائی آباد ہیں لیکن جو لبر توما اور دیگر آزاد حب الوطنوں نے
جو اسکے جھنڈے تلے لڑتے تھے۔ غربت اور جلا وطنی کو اختیار کیا۔ قریب ہی ایک چراگاہ میں
پادریوں اور دیگر عیسائی سپاہیوں اور اہل شہر اور عورتوں اور بچوں سے ایک بڑا لشکرگاہ
بنگیا تھا جنہوں نے خوف کے مارے جلدی سے اپنے قیمتی منقولہ اسباب کو جمع کر لیا۔ اور
چلا چلا کر گریہ و زاری کرتے ہوئے چپ چاپ دلسوز مصیبت میں اپنے وطن اور دین یا فرض کے تو تھا
کنارہ کر الوداع کہی۔ خالدؓ کے سنگدل پر انکی مصیبت کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ اہل دمشق سے ایک ذخیرہ[ل] اناج کے

ل معاہدہ یہ تھا کہ شہر میں اناج بکثرت تھا۔ خالدؓ کی یہ رائے تھی کہ یہ مسلمانوں کا حق ہے اور اہل شہر کہتے

استحقاق کی بابت جھگڑ پڑے اور اہل قلعہ کو عہد نامہ سے مستفید ہونے سے روکنے کی کوشش
کی اور بمشکل اسبات پر راضی ہوئے۔ کہ فراریوں میں سے ہر ایک کو صرف ایک تلوار یا نیزہ
یا کمان لیجانے کی اجازت ہے۔ اور سختی سے کہا کہ تین دن کے بعد ہمیں اختیار ہے کہ دشمن
سمجھکر انکا تعاقب کریں۔ شام کے ایک نوجوان کے عشق نے انکو رہے سہے اور تباہ کر دیا۔
شہر کے ایک شریف آدمی یونس نامی کی شادی ایک مالدار عورت کے ساتھ ہوگئی تھی۔
مگر اس عورت کے والدین نے اُسے یونس کے ہاں بھیجنے میں تاخیر کی۔ اسلیئے یونس ترغیب
دیکر اپنی عورت کو لے بھاگا۔ اور دروازہ کیسان کے دربان کو رشوت دیدی۔ عاشق کو جو
رستہ بتا رہا ہُوا تھا عربوں کی فوج کے ایک دستہ نے آگھیرا۔ لیکن یونانی زبان میں عاشق کے
اس فقرے "چڑیا جال میں پھنس گئی" نے اپنی معشوقہ کو متنبہ کر دیا کہ واپس چلی جائے۔ بدقسمت
یونس خالدؓ کے سامنے موت کے ڈر سے ایک خدا اور اُسکے رسول پر ایمان لایا۔ اور وقت
شہادت تک ایک دلیر اور سچے مسلمان کی طرح اپنے فرایض ادا کرتا رہا۔ جب شہر فتح ہوگیا
تو وہ اُس کنیسہ کی طرف بھاگا جہاں اُسکی معشوقہ یوڈوشیا پناہ گزین ہوئی تھی۔ لیکن اسنے
اپنے نومسلم عاشق کو نہ پہچانا اور اُس سے نفرت کی۔ زوجہ یونس نے دین کو ترک وطن پر
ترجیح دی۔ اور عادل خالدؓ نے اگرچہ وہ سنگدل تھے ایک مرد یا عورت کو جبراً ٹھہرانے سے
انکار کیا۔ سپہ سالار لشکر چار دن تک اپنی نئی فتح کے ضروری انتظام اور ایفاے وعدہ کے
لیئے شہر میں مقیم رہا۔ حضرت خالدؓ کی خونخواری اور غارتگری کی اشتہا وقت اور مسافت کے

تقیہ حاشیہ سے تھے کہ ہمارا مال ہے۔ ابو عبیدہ رضؓ نے خالدؓ سے کہا کہ صلحنامہ کے بموجب اہل شہر کا حق ہے کچھ باہمی
تکرار کے بعد یہ قرار پایا کہ فیصلہ کے لیئے خلیفہ ابوبکرؓ کی خدمت میں لکھا جائے۔ جو کہ فتح دمشق کے دن اس جہان
فانی سے انتقال فرما گیئے۔ مگر اس جانکاہ حادثہ کی خبر دمشق میں ابتک نہ پہنچی تھی۔ ۱۲ مترجم

بعد کے مایوس تخمینہ پر دور ہو جاتی تھی یعنے جب خالدؓ یہ خیال کرتے کہ وقت بہت گذر گیا ہے دمشق کے جلا وطن لوگ بھاگ کر اسقدر دور جا پہنچے ہونگے کہ انکا گرفتار کرنا محال ہے۔ تو وہ چپ ہو رہتے اور تعاقب نکرتے۔ مگر انہوں نے یونس کی بار بار التجا کو منظور فرمایا۔ جسنے یہ یقین دلایا کہ فراری لوگ ابھی گرفتار ہو سکتے ہیں۔ چار ہزار سوار ساتھ سے عربی عیسائی کا بھیس بدل خالدؓ تعاقب کے لیئے روانہ ہوئے۔ اثناء راہ میں وہ صرف نماز کے لیئے ٹھہرتے تھے اور انکا رہنما (یونس) اس ملک سے بخوبی واقف تھا۔ بہت دور تک اہل دمشق کے نقش پا صاف دکھائی دیتے رہے۔ مگر اب یکایک ناپدید ہو گئے۔ لیکن مسلمانوں کو اس یقین سے تسلی ہو گئی کہ قافلہ رستے سے پرطرف ہو کر پہاڑوں میں چلا گیا ہے۔ اور بہت جلد گرفتار ہو جائیگا۔ کوہ آرتش (کوہ بارق) سے گذرنے میں انہوں نے سخت مصیبتیں اٹھائیں اور جنگ آزمودہ خبطیوں کے ڈوبتے دلوں کو ایک عاشق کے غیر مغلوب جوش نے سنبھال لیا۔ اور انھیں تسلی دی۔ ایک دہقان سے یہ معلوم ہوا کہ شہنشاہ نے جلا وطنوں کو یہ حکم بھیجا ہے۔ کہ بجائے انطاکیہ میں داخل ہونے کے قسطنطنیہ اور ساحل سمندر کی راہ لیں شاید اس ڈر سے یہ حکم دیا ہے کہ انکی تکالیف اور حالات کے معلوم ہونے پر انطاکیہ کے لوگ اور سپاہی دل شکستہ ہو جائیں گے۔ مسلمانوں کی فوج جبلہ اور لاذقیہ کے علاقہ میں بیچ اُن کی دیواروں سے ذرا فاصلے سے بچکر گذری۔ اندھیری رات تھی۔ بارش لگاتار ہو رہی تھی۔ اور ان میں اور رومی فوج میں صرف ایک پہاڑ ہی حائل تھا حضرت خالدؓ نے جو ہمیشہ اپنے بھائیوں کے امن کو مدنظر رکھتے تھے اپنے رفیق کے کان میں ایک بدشگون[1] خواب کا

[1] خالدؓ نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ مع دیگر مسلمانوں کے ایک بے آب جنگل میں ہیں جہانکہ حاران حوشی سے انکا مقابلہ ہوا۔ ان وحشیوں نے مسلمانوں کو جب بہت دق کیا اور حملہ کرنے سے صرف چند ہی شکار ہوئے تو خالدؓ نے واپس ہونے کا ارادہ کیا

حال کیا۔ صبح ہوتے ہی مطلع صاف ہو گیا۔ اور ایک خوشنما گھاٹی میں انھیں دمشق کے خیمے نظر آئے۔ کچھ مدت آرام لے اور نماز پڑھ خالد رضؓ نے اپنی فوج کے چار دستے بنا دئے۔ پہلے دستہ کو تو اپنے وفادار دوست ضرار بنؓ الازور کے حوالے کیا۔ اور سب سے آخری کو اپنے لئے رکھا۔ یہ دستے پے درپے اُسی درہم برہم گروہ پر ٹوٹ پڑے جنکے پاس کافی ہتھیار نہ تھے اور علاوہ اسکے غم و رنج و تھکان سے چور ہو گئے تھے۔ اہل عرب کو اس بات سے تسلی ہو گئی کہ سوائے ایک قیدی کے جسے اُنہوں نے خود معاف کر کے چھوڑ دیا تھا کوئی عیسائی مرد یا عورت اُن کی تلوار سے نہیں بچا۔ لشکر گاہ میں سونا چاندی نثار کیے گئے۔ اور تین سو ریشم کی گٹھڑیاں ننگے حبشی سپاہ کی پوشش کے لیے کافی تھیں۔ جنگ کے شور و غل میں یونس نے اپنی معشوقہ کو ڈھونڈھ لیا۔ لیکن اس کی پہلی دغابازی سے وہ آگ بگولا ہو گئی۔ اور اپنے عاشق کی ہم آغوشی سے متنفر ہو کر اس نے اپنے پیٹ میں ایک خنجر مارا (اور مر گئی) ایک اور عورت جو توما کی بیوہ اور ہرقل کی حقیقی یا فرضی بیٹی تھی زر خلاصی کے بغیر رہا کر دی گئی۔ لیکن خالد رضؓ کی شاہانہ دنیاوی اشیاء سے نفرت کرنے کی وجہ سے تھی۔ اور اس مغرور مسلمانؓ دہکی کے ایک پیام سے قیاصرہ کے تخت کو بے آبرو کر دیا۔ حضرت خالد رضؓ رومیوں کے اس صوبہ میں ایک سو پچاس میل سے زیادہ بڑھ آئے تھے اور ویسے ہی تیز رفتاری سے خفیہ

بقیہ حاشیہ۔ مگر دفعتاً انھیں ان کے گھوڑے نے گرا دیا۔ اور عمامہ انکے سر سے اڑ گیا۔ جسے اُٹھانے کی اُنہوں نے کوشش کی۔ اسکے بعد خالدؓ بیدار ہو گئے۔

جب خالدؓ نے اس خواب کو بیان کیا تو چاہتے تھے کہ مسلمان اپنے گھروں کو واپس چلیں۔ مگر عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے انھیں تسلی دی۔ اور اس خواب کی یوں تعبیر کی۔ کہ حبشی حمادان ہی لوگ ہیں جنکی تلاش میں ہم سفر کر رہے ہیں۔ اور گھوڑے سے گرنا ہمارا بلندی سے پستی کی طرف آنا ہے اور عمامہ کے اُڑ جانے سے یہ مراد ہے کہ کوئی بلا لاحق ہوگی۔ (دیکھو واقدی۔ ذکر رویائے خالد در یافت فتح الدیباج) مترجم

خفیہ دمشق کو واپس آئے جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو خالدؓ کو سپہ سالاری سے برطرف کر دیا۔ اگرچہ خلیفہ نے خالدؓ کی بہادرت جنگ کو ناپسند فرمایا۔ مگر ان کی شجاعت اور طریقہ کی مجبوراً تعریف کرنی پڑی۔

میلۂ دیر ابی القدس کا بیان

دمشق کے فاتحین کی ایک اور مہم سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس دنیا کی مال و متاع سے نفرت کرتے اور اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ انھیں یہ پتا لگا کہ اس ملک کی پیداوار واشیاء صنعت و حرفت شہر سے تیس میل کے فاصلہ پر ابی القدس کے میلہ میں ہر سال جمع ہوتے ہیں۔ اور اسی موقع پر بہت سے عیسائی حاجی ایک راہب کے صومعہ کی زیارت کرتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حاکم طرابلس کی بیٹی کی شادی بھی تجارت اور باطل پرستی کی مجلس کو رونق بخشے گی۔ عبداللہ بن جعفرؓ نے جو جلیل القدر اور پاک شہید ہوئے ہیں پانچ سو سواروں کے جھنڈے کے ساتھ مشرکوں کے نیست و نابود کرنے کا نیک اور فایدہ مند کام اپنے ذمہ لیا۔ جب وہ ابی القدس کے میلے میں پہنچے تو یہودیوں۔ عیسائیوں یونانیوں اور اہل آرمینیہ و شام و مصر کی دس ہزار سپاہ کی خبر سنکر حیران ہوئے۔ انکے علاوہ پانچ ہزار سوار وطن کے ساتھ تھے مسلمانوں نے توقف کیا۔ عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ "اگر مجھ سے پوچھو میں تو واپس جانے کی جرأت نہیں کرتا۔ اگرچہ ہمارے دشمن بکثرت ہیں خطرہ زیادہ ہے۔ مگر اس دنیا میں یا آخرت میں ہمارے واسطے ثواب عظیم مقدر ہے۔ ہر ایک آدمی کو اختیار ہے کہ آگے بڑھے یا پیچھے ہٹ جائے" ایک مسلمان بھی اپنے جھنڈے سے علیحدہ نہ ہوا۔ عبداللہ نے اپنے نصرانی رہنما سے فرمایا۔ آگے بڑھو اور دیکھو کہ صحابہ کیا کر سکتے ہیں۔ فوج نے پانچ حصے ہو کر حملہ کیا۔ مگر دشمنوں پر پہلے

بے خبر حملہ کرنے کے بعد وہ گھر گیئے۔ اور تقریباً مغلوب ہوگئے۔ اور مسلمانوں کا بہادر گروہ کافروں میں ایسا تھا جیسے کہ سیاہ اونٹ کے بدن پر سفید تل ہو۔ (یعنی مسلمانوں کی تعداد نہایت ہی کم تھی) غروب آفتاب کے وقت ہتھیار انکے ہاتھوں سے گر پڑے۔ جب وہ ابدیت کے کنارے پر ہانپ رہے تھے تو انہوں نے غبار کے ایک بادل کو نزدیک آتے دیکھا۔ اللہ اکبر کے مبارک نعرے کی آواز سنائی دی۔ اور وہ فوراً سمجھ گئے کہ یہ تو حضرت خالدؓ کا جھنڈا ہے جو نہایت ہی تیزی سے اپنے سوار ساتھ لے ہماری مدد کو آرہے ہیں انکے حملے سے عیسائیوں کی جماعت پراگندہ ہوگئی اور بھاگ نکلے۔ مگر مسلمانوں نے قتل کرتے ہوئے دریا سے طرابلس تک انکا پیچھا نہ چھوڑا۔ سیلہ کا انواع و اقسام کا سوداگری مال جو فروخت کے لیئے آیا تھا۔ نقدی جو خرید کرنے کے لیئے لائے تھے۔ شادی کی عمدہ آرایش کا سامان اور حاکم طرابلس کی بیٹی مع چالیس خدمتگذار عورتوں کے۔ یہ سب میدان میں باقی رہ گئے میوے۔ سامان رسد۔ اسباب۔ نقدی۔ طشتری اور جواہرات کو محنت سے گھوڑوں گدھوں۔ اور خچروں پر لاد کر۔ یہ نیک لٹیرے ظفریاب ہوکر دمشق کو واپس آگئے۔ اور دیر کے راہب کو جسنے حضرت خالدؓ سے کچھ مدت بحث و تکرار کے بعد تاج شہادت سے انکار کیا سیف اللہ نے خون و تباہی کے اس بے آباد میدان میں زندہ چھوڑ دیا۔

انحصار شام اور محاصرہ حمص اور بعلبک کا بیان

شام ان قدیم ممالک میں سے ایک عمدہ ملک ہے جہاں کہ سب سے پہلے زراعت سے ترقی ہوئی۔ سمندر اور پہاڑوں کے قرب اور جنگل اور پانی کی افراط سے موسم اعتدال پر رہتا ہے اس زرخیز زمین کی پیداوار انسانات اور حیوانات کی پرورش کرتی اور ان کی تعداد کو بڑھاتی ہے۔ داؤدؑ کے زمانے سے لیکر ہرقل کے عہد تک اس میں پررونق قدیمی شہر آباد

تھے۔ باشندے بکثرت اور دولتمند تھے۔ اور مطلق الشان متعصب حملہ آوروں کی آہستہ آہستہ تاخت وتاراج اور جنگ فارس کی زمانہ حال کی آفتوں کے بعد بھی ملک شام میں بدوی غارتگر اقوام کو اپنی طرف کشش کرنے۔ اور انھیں خاطر خواہ عوض دینے کا سامان باقی رہ گیا تھا۔ دمشق سے حلب اور انطاکیہ تک ایک میدان دس دن کی راہ بجانب مغرب دریائے آرنٹیز اور بحیرۂ روم کے درمیان واقع ہے اور ایک وسیع سبزہ وار گھاٹی کو جو اسی جانب برفانی پہاڑوں کے دو چوٹیوں سے محدود ہے ثنیۃ الجوف کہتے ہیں۔ اور ان امصار میں سے جنکے یونانی اور مشرقی نام شام کی فتح اور جغرافیہ میں بیان کئے گئے ہیں حمص کو تو میدان کا اور بعلبک کو گھاٹی کا دار الخلافہ سمجھنا چاہیئے۔ سب سے آخری قیصر کے عہد میں یہ شہر مستحکم اور آباد تھے۔ ان کے منارے دور سے چمکتے نظر آتے تھے۔ اکثر جگہ پر پبلک اور پرائیویٹ مکانات بنے ہوئے تھے۔ اہل شہر اپنے جوش یا کم از کم اپنے فخر کی وجہ سے مشہور تھے۔ زمانہ جاہلیت میں اہل حمص و بعلبک بعل یعنے آفتاب کی پرستش کیا کرتے تھے۔ لیکن بڑے عجیب وغریب انقلابات کے بعد ان کی باطل پرستی اور شان وشوکت میں زوال آگیا۔ حمص کے اس اونچے مندر کا نشان تک باقی نہیں۔ جسے شاعر کوہ بارق کی چوٹی سے تشبیہ دیتے تھے۔ اور بعلبک کے کھنڈرات جو شعراء متقدمین کو معلوم نہ تھے۔ یورپ کے سیاحوں میں ایک قسم کا شوق اور حیرت پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ مندر دو سو فٹ لمبا اور ایک سو فٹ چوڑا ہے۔ سامنے کا حصہ جو آٹھ ستونوں کی دوہری ڈیوڑھی سے آراستہ ہے مربع شکل کا ہے جس کا ہر ایک ضلع چودہ فٹ ہے ہر ایک ستون پینتالیس فٹ اونچا ہے اور سنگ مرمر یا معمولی پتھر کی تین بھاری سلوں سے بنا ہوا ہے۔ کارنتھی طرز عمارت کی ستون کی موزونی اور نقش ونگار سے یونانیوں کا فن عمارت معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ

بعلبک کبھی دار السلطنت نہیں رہا ہم حیران ہیں کہ ایسی شاندار عمارتوں کا خرچ ایک شخص یا میونسپلٹی نے کیونکر برداشت کیا ہوگا۔ دمشق کی فتح کے بعد مسلمان حمص اور بعلبک کی طرف بڑھے۔ لیکن میں اُن لڑائیوں اور حملوں کو جو ابھی مفصل بیان کئے گئے ہیں دوبارہ نہیں لکھونگا۔ لڑائی کے معاملہ میں مسلمانوں کی حکمت عملی اُن کی تلوار سے کچھ کم کارگر نہ تھی تھوڑی تھوڑی مہلت جنگ دیکر انہوں نے دشمن کی جمعیت کو پراگندہ کر دیا۔ اور شامیوں کو اسباب کا عادی بنا دیا کہ ان کی دوستی کا دشمن سے مقابلہ کریں۔ اور اپنی زبان مذہب اور طریقوں سے انھیں واقف کر دیا۔ اور خفیہ خرید سے اُن شہروں کی میگزینوں اور سلاح خانوں کو خالی کر دیا جنکا محاصرہ کرنے کے لیئے وہ واپس آئے تھے۔ بڑے بڑے لارڈوں یا سرکشوں کا زرخلاصی زیادہ کر دیا۔ ایک کلوص کا زرخلاصی مفصلہ ذیل تھا۔ پانچہزار اونس سونا پانچہزار اونس چاندی۔ دوہزار کپڑے۔ اور اسقدر کھجوریں اور زیتون جسے پانچہزار گدھے اٹھائیں۔ لیکن طرفین مہلت جنگ یا صلح کی شرایط کی ایمانداری سے پابندی کرتے تھے۔ اور خلیفہ کا سپہ سالار جسے محصور بعلبک کی دیواروں سے باہر رہنے کا وعدہ کیا تھا اپنے خیمہ میں مطمئن اور مستقل بیٹھا رہا۔ یہانتک کہ جنگجو جماعتوں نے ایک اجنبی حاکم کی مداخلت کے لیئے استدعا کی اگرچہ شام کی گھاٹی اور میدان کی فتح دو سال کے اندر ہی اندر ہو گئے۔ تاہم امیر المومنین نے مسلمانوں کو اُن کی سستی پر ملامت کی اور اُنہوں نے غصہ اور توبہ سے رو رو کر اپنے قصور پر افسوس کیا۔ اور بآواز بلند اپنے سرداروں سے کہا کہ ہمیں جہاد کے لیئے لے چلیئے۔ ایک لڑائی میں جو ابھی واقع ہوئی تھی ایک عربی جوان خالد کا چچیرا بھائی (عکرمۃ بن ابی جہل) حمص کی فصیل کے نیچے یہ کہتا ہوا سنا گیا "میں اپنے خیال میں حوروں کی طرف دیکھ رہا ہوں جو میری طرف آ رہی ہیں۔ اگر اُن میں سے

انکے اس دنیا میں آجانے تو تمام انسان اُسکی خواہش و تمنا میں جان دیدیں۔ اُن میں سے ایک کے ہاتھ میں سبز ریشمی رومال اور جواہرات سے مرصع ایک تاج ہے۔ اور وہ مجھے اشارہ کرتی ہے اور کہتے ہی کہ جلدی یہاں آؤ میں تمھاری بڑی مشتاق ہوں "

یہ کہکر اُسنے عیسائیوں پر حملہ کیا۔ اور جہاں جہاں اُسکا گذر ہوا اُسنے تباہی پھیلادی یہاں تک کہ آخر کار حاکم حمص نے اُسے دیکھ لیا۔ اور ایک نیزہ ایسا مارا کہ وار پار ہوگیا۔

جنگ یرموک کا بیان

مسلمانوں کا یہ فرض تھا کہ ہرقل کی سپاہ کے مقابلہ میں اپنی پوری شجاعت اور مذہبی جوش کو کام میں لاتے۔ کیونکہ اس شہنشاہ کو شکست کھانے سے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ خانہ بدوش عربوں نے باقاعدہ فتح کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اور اس میں وہ جلد کامیاب ہونگے یورپ اور ایشیا کے صوبجات میں سے اسی ہزار سپاہی خشکی اور سمندر کی راہ انطاکیہ اور قیساریہ کو روانہ کر دیے گئے۔ اس سپاہ کے سبکسار سواروں میں قبیلہ غسان کے ساٹھ ہزار عیسائی عرب تھے۔ جبلہ کے جھنڈے تلے جو انکا سب سے آخری شاہزادہ تھا فوج کے آگے انہوں نے کوچ کیا۔ اور یہ ایک اہل یونان کا مقولہ تھا کہ ہیرا کاٹنے کے لیئے ہیرا ہی سب سے زیادہ کارگر ہے۔ ہرقل میدان جنگ کے خطرات سے دور رہا۔ لیکن اسکے غرور یا شاید اُسکی مایوسی نے اُسکو اس قطعی حکم کا خیال دلایا۔ کہ اس صوبہ کی قسمت اور لڑائی کا فیصلہ ایک ہی جنگ سے ہو جائے۔ شامیوں کے پاس صلیبیں اور رومی جھنڈے تھے لیکن شرفا اہل شہر اور کسان ایک عیاش میزبان کی بے انصافی اور بے رحمی سے پریشان ہوگئے جسنے انہیں ادنی سمجھکر اُن پر ظلم کیا۔ اور اجنبی اور غیروں کی طرح اُن سے نفرت کی۔ ان بڑی تیاریوں کی خبر حمص میں مسلمانوں کے لشکرگاہ میں پہنچی۔ اور اگرچہ سردار

لڑنے پر مستعد تھے مگر اُنھوں نے ایک کونسل جمع کی۔ ابو عبیدہؓ کو شہادت سے سرافراز ہونے
کی امید ہو جاتی۔ مگر عقلمند خالدؓ نے یہ صلاح دی کہ حدودِ فلسطین و عرب کی طرف عزت
و آبرو سے واپس چلیں۔ جہاں کہ اپنے دوستوں کی کمک اور مشرکوں کے حملے کے منتظر رہیں۔
ایک تیز رفتار قاصد جلد پایۂ تخت مدینہ سے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور ازواجِ مطہرات
آن حضرت صلعم کی طرف سے سلام و دعا اور آٹھ سو مسلمانوں کی کمک لیکر آیا۔ اثنائے راہ
میں اُنھوں نے یونانیوں کے ایک دستہ کو پراگندہ کر دیا۔ جب وہ اپنے بھائیوں کے لشکرگاہ
میں بمقام یرموک جا ملے تو اُنھوں نے یہ خوشخبری سنی کہ حضرت خالدؓ نے پہلے ہی قبیلۂ غسان
کے عیسائیوں کو شکست دیکر پراگندہ کر دیا ہے۔ شہر بصرہ کے قریب جبل حوران کے چشمے
کے فوارے ڈکا پولس یعنی امصار عشرہ کے میدان میں گرتے ہیں۔ اور دریا ہے جیرو مکس
جسے بگاڑکر یرموک بنا لیا ہے ذرا آگے بڑھ کر جھیل طبریہ میں جا گرتا ہے۔ یہ چھوٹی سی ندی
ایک خونخوار مقابلہ پر ارز کی وجہ سے مشہور ہو گئی۔ اس موقع عظیم پر عام کی رائے اور ابو عبیدہؓ
کی نیک نیتی سے سب سے لایق مسلمان (خالدؓ) سپہ سالار مقرر کیے گئے حضرت خالدؓ نے
مقدمۃ الجیش میں اپنی جگہ لی۔ اور اپنے ہم منصب ابو عبیدہؓ کو ساقۃ الجیش میں رکھا۔ تا انکی
معزز شکل اور اس زرد جھنڈی کو دیکھکر جسے رسول اللہ صلعم نے جنگ خیبر میں دکھایا تھا
مہاجرین میں بدانتظامی اور ابتری نہ پھیلے۔ سب سے پچھلی قطار میں ضرار بن الازورؓ کی بہن سلمیٰ

سلہ جان رچرڈسن صاحب ایف۔ ایس۔ اے۔ اپنی انگلو عربی فارسی لغات کے دیباچہ میں عربوں کے جنگ و
جدال کے بیان میں یوں لکھتے ہیں وہ جب کسی قوم عرب کے ممتاز غازی جوان مرد کسی دور و دراز مہم پر جایا کرتے تھے
تو قرب و جوار کے بعض دشمن اکثر اُن کی عورتوں وغیرہ پر جو وہ پیچھے چھوڑ جایا کرتے تھے حملہ کرتے تھے۔ اور شاید
اسی لیے یہ رسم جاری ہوئی کہ شریف عورتیں تک بھی اپنے شوہروں اور بھائیوں کے ساتھ لڑائی میں جایا کرتی تھیں

ح اُن عربی عورتوں کے تھی جو اس جنگ میں شامل تھیں ۔ یہ عورتیں کمان و نیزہ کے
استعمال سے خوب واقف تھیں ۔ اور گرفتاری کے وقت اُنہوں نے غیر مختون (ختنہ نا بُریدہ)
ظالموں سے اپنی عصمت اور مذہب کو بچا لیا ۔ سپہ سالاروں کی مختصر اور پر زور نصیحت یہ
تھی ۔ ”بہشت تمہارے آگے ہے ۔ اور شیطان اور نار جہنم تمہارے پیچھے ہیں“ ۔ اگر رومی
فوج کا غلبہ اسقدر تھا کہ عربوں کی فوج میمنہ کو بڑی فوج سے جدا کر کے پراگندہ کر دیا ۔ تین دفعہ
وہ پریشان ہو کر بھاگے اور تین ہی دفعہ عورتوں نے مار و ملامت سے اُنکو واپس لڑائی
میں جھونک دیا ۔ مہلت جنگ میں ابو عبیدہؓ اپنے بھائیوں کے خیموں میں آتے ۔ اور دو
نمازوں کو جمع کرنے سے اُنکو آرام کے لئے زیادہ وقت دیتے اور اپنے ہاتھ سے اُنکے زخموں

بقیہ نوٹ ۔ اور اکثر جوانمردی سے مقابلہ کرتی تھیں اور اُن کی شجاعتیں زمانہ قدیم کی امیزنز (جو یونانی جنگجو مردانہ
عورتوں کی ایک نسل ہے جنکی فتوحات یونانیوں کے قصوں کہانیوں میں درج ہیں ۔) کی بناوٹی کارنمایاں سے کچھ کم نہ تھیں
ہمیں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ جہاں عورتوں نے مردوں کے بھاگ جانے کے بعد کامیابی حاصل کی ہے لیکن ان مثالوں
میں سے ایک بھی جنگ یرموک کی نسبت زیادہ مشہور نہیں ہے ۔ یہ لڑائی ۶۳۶ء میں واقع ہوئی اور اس میں مشرقی رومی سلطنت
اور شام کی قسمت کا قطعی فیصلہ ہو گیا ۔ رومی تعداد میں عربوں سے کہیں زیادہ تھے اور انکا دھاوا ایسی تندی و شدت سے
ہوا کہ انہوں نے عربوں کو خیموں کی طرف بھگا دیا ۔ بھاگے اُن فراریوں کو اُن کی عورتوں نے روک دیا ۔ اور متواتر ملامت سے
اُنہیں جرأت دلائی اور کہا کہ اگر تم میدان کو چھوڑو گے تو ہم یونانیوں سے جا ملیں گی جب مسلمانوں میں سے ایک بہت بڑے
سردار نے بھاگنے کا ارادہ کیا ۔ تو ایک عورت نے خیمہ کی بلی سے اُسے گرا دیا ۔ اور کہا ۔ ”آگے بڑھو بہشت تمہارے آگے
ہے ۔ اگر تم بھاگے تو نار جہنم تمہارے پیچھے ہے“ ۔ تب بڑی بڑی عورتیں سپہ سالار ہوئیں اور مقابلہ کرتی رہیں یہانتک
کہ رات نے حملہ آوروں کو پراگندہ کر دیا ۔ دوسرے روز وہ پھر اُنہیں جنگ میں لے گئیں ۔ اور ایک نوجوان عورت
خولہؓ جو ایک بڑے سپہ سالار ضرار ابن الازور کی بہن تھی ۔ اُن عورتوں کی سپہ سالار ہوئی ۔ فوج ہراول کی زخمیاں

پر مرہم لگاتے تھے اور یہ کہکر اُن کی تسلی کرتے کہ کافر مصائب میں ہمارے ساتھ شریک ہیں
مگر ثواب میں نہ ہونگے ۔ اس میدان جنگ میں چار ہزار تیس مسلمان شہید مدفون ہوئے ۔
اور ارمنی تیر اندازوں کی لیاقت سے سات سو کو اتنا کہنے کا فخر حاصل ہوا کہ اس واجب الاحترام
خدمت میں ہمارے ہاں ایک آنکھ کا نقصان ہوا ہے ۔ شام کے جنگ آزمودہ سواروں
نے اس بات کو تسلیم کرلیا ۔ کہ ہمنے اس سے زیادہ ہتر و اور سخت دن نہیں دیکھا ۔ مگر یہ جنگ
سب سے زیادہ قطعی بھی تھا ۔ ہزارہا یونانی اور شامی سوار تہ تیغ محمدی ہوئے ۔ اور شکست کے
بعد اکثر جنگلوں اور پہاڑوں میں مقتول ہوئے ۔ اور بہت سے پایاب گذرگاہ کی دھوکے میں
آکر دریائے یرموک میں غرق ہوئے ۔ اس نقصان کے بیان میں خواہ کتنا ہی مبالغہ کیا
جائے مگر عیسائی مورخ اُنکی سخت پاداش پر افسوس کرتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں یہ اُنکے گناہوں
کی سزا تھی ۔ رومی سپہ سالار منویل یا تو دمشق میں مقتول ہوا یا دیر کوہ طور میں پناہ گزین ہوا

بقیہ نوٹ ۔ اُسے ایک یونانی نے گرا دیا ۔ اسی وقت اسکی رفیق وفیرہ نے ایک ہی ضرب سے اُس یونانی کا سر کاٹ ڈالا
اور اُس دلیر غازیہ کو نکال لے گئی ۔ عورتوں کے اس مردانہ طریق سے جوش میں آکر اہل عرب جلد غالب آتے اور
آخر کار رومیوں کو شکست دی کہتے ہیں کہ اس لڑائی میں ایک لاکھ پچاس ہزار کافر مقتول اور پچاس ہزار گرفتار
ہوئے ۔ عموماً عرب کی عورتیں تیر اندازی میں ماہر ہوا کرتی تھیں اور وہ ہمیشہ کسی موقع کے منتظر رہتی تھیں ۔ کہ اپنے
شوہروں باپ بھائیوں یا اپنے عاشقوں کی قتل کا بدلہ لیں ۔ ایک حملہ میں دمشق کے بہادر دلیر حاکم نے
ایک ممتاز عرب اَبان نامی کو اُس کی زوجہ کے سامنے مار ڈالا جو اپنی شوہر کے ساتھ جنگ میں شامل
تھی ۔ زوجہ اَبان نے فوراً ایک تیر مارا جو حاکم دمشق سے خطا کرکے اسکے بڑے علمدار کے ہاں لگا اور
وہ مرگیا ۔ مگر دوسرے تیر سے اُسے زیادہ کامیابی ہوئی کیونکہ اس سے حاکم دمشق کی آنکھ زخمی ہوگئی ۔ اور
اُسے مجبوراً دمشق کی طرف بھاگنا پڑا ۱۲ مترجم

جبلہ[1] بن الایہم الغسانی جو دربار قسطنطنیہ میں جلا وطن تھا — اسلامی طریقوں کو چھوڑنے
اور مذہب عیسوی کو اُس پر ترجیح دینے پر افسوس کرتا تھا۔ اس نے پہلے مذہب اسلام قبول
کر لیا تھا۔ لیکن حج خانہ کعبہ میں جبلہ نے غصہ میں آکر اپنے ایک بھائی مسلمان کو مارا۔ اور
خلیفہ عمرؓ کی سخت اور مساوی انصاف پر حیران ہو کر بھاگ گیا۔ فاتحین مسلمانوں نے دمشق
میں آرام و خوشی سے ایک مہینہ بسر کیا۔ خلیفہ کی رضامندی سے غنیمت تقسیم ہوئی۔ ہر ایک
سوار اور اُس کے گھوڑے کو برابر برابر حصہ ملا۔ اور عربی نسل کے اصیل گھوڑوں کو دوگنا حصہ ملا

[1] سنہ ۱۷ھ میں جبلہ نے حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کیا۔ ایسا اتفاق ہوا کہ جبلہ طواف کر رہا تھا کوئی شخص قوم فزارہ کا جبلہ
کے جامہ دیبا کو چھو کر نکلا۔ جبلہ نے ایک گھونسا اُس کی ناک پر ایسا مارا کہ اُس کی ناک بیٹھ گئی۔ وہ فزاری امیر المومنین
کے پاس فریاد لایا۔ حضرت عمرؓ نے جبلہ کو طلب کر کے حکم کیا کہ فدیہ دو۔ ورنہ وہ بھی ایسا ہی گھونسا ماریگا۔ جبلہ نے
کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے میں بادشاہ ہوں۔ یہ ایک بازاری آدمی ہے۔ حضرت عمرؓ نے ارشاد کیا کہ اسلام نے تم دونو
کو برابر اور مساوی کر دیا ہے۔ حد شرعی میں یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بادشاہ پر جاری نہ ہو۔ اور بازاری پر ہو۔ جبلہ نے کہا
میں تو یہ خیال کرتا تھا کہ مسلمان ہو کر زمانہ جاہلیت سے میری عزت زیادہ ہو جائے گی۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا
کہ ایسا خیال ہرگز مت کرو۔ جبلہ نے کہا میں نصاری ہو جاتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تو کرسٹان ہو جاویگا تو
میں تیرا سر اُڑا دونگا۔ جبلہ نے کہا آج رات میرا انتظار کیجیے۔ چنانچہ جب رات آئی تو جبلہ اپنے سواروں کو ساتھ لیے
شام پہنچا۔ اور وہاں سے قسطنطنیہ میں گیا۔ جہاں ہرقل نے اسکا اکرام کیا۔ مگر جب بعد ازاں جبلہ کو اپنے فعل پر ندامت پیدا
ہوئی تو یہ شعر پڑھے جنکا مطلب ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ ترجمہ اشعار — ایک گھونسے کی شرمندگی سے نصاری
ہو گئے۔ حالانکہ اگر میں صبر کرتا تو اس میں کچھ ضرر نہ تھا۔ شان و نخوت کے سبب میں نے اُس گھونسے سے حفاظت کی
اور حالانکہ میں نے اچھی آنکھ کو کانی آنکھ سے بدل لیا۔ کاش کہ میری ماں مجھے نہ جنتی۔ اور کاش کہ میں قول عمرؓ کی طرف رجوع کرتا
(فردوسی) شہر بلی نجوار العلوم فقط۔ اب اُسکا خیال ہے کہ ادب الفراعربی میں بھی دستیاب نہیں ہوئی سیرچند اشعار عربی میں نہایت کہہ گئے ہیں

فتح یروشلیم (بیت المقدس)

جنگ یرموک کے بعد رومی سپاہ پھر مقابلہ میں نہ آئی۔ اور مسلمان شام کے مستحکم شہروں میں جسپر چاہتے بے کھٹکے حملہ کرسکتے تھے۔ مگر انہوں نے خلیفہ سے مشورہ لیا کہ قیساریہ اور یروشلیم (ایلیا) میں سے پہلے کس پر حملہ کریں۔ حضرت علیؓ کی صلاح سے یہ قرار پایا کہ فوراً ایلیہ کا محاصرہ کیا جائے۔ یلید یہ اوب لوگوں کے نزدیک ایلیا فلسطین کا اول یا دویم درجہ کا دارالخلافہ تھا۔ لیکن مکہ مدینہ کے بعد دوسرے درجہ پر عابد متقی مسلمان یروشلیم کی وقعت کرتے اور وہاں جایا کرتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ یہی بیت المقدس ہے۔ جسے توریت اور انجیل اور قرآن میں بھی متبرک بیان کیا گیا ہے۔ یزید بن ابی سفیانؓ کو مع پانچہزار عربوں کے اس غرض سے بھیجا کہ وہ پہلے حملہ یا صلح کرکے دیکھ لیں کہ کیا نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ مگر گیارہویں دن ابوعبیدہؓ کی تمام فوج نے اس شہر کو آگھیرا۔ اُنہوں نے یروشلیم کے باشندوں اور بڑے بڑے سرداروں کے سامنے حسب معمول یہ فرمایا "جو لوگ صراط مستقیم پر چلتے ہیں اُن کو صحت اور خوشی ہو ہم چاہتے ہیں کہ تم اسپر ایمان لے آؤ۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ اگر تم اس سے انکار کرتے ہو تو جزیہ قبول کرو اور ہمارے ماتحت رہو۔ ورنہ میں تمہارے مقابلہ میں ایسے اشخاص لاؤں گا جو اپنی موت کو جیسا تم شراب اور لحم خنزیر کو پسند کرتے ہو اس سے زیادہ خوش گوار سمجھیں گے۔ میں انشاء اللہ یہاں سے قدم نہ اُٹھاؤں گا جب تک کہ تمہارے مددگاروں کو نیست و نابود نہ کردوں اور تمہارے بچوں کو غلام نہ بنالوں"! مگر شہر چاروں طرف عمیق وادیوں اور ڈھلوان ٹیلوں سے محفوظ تھا۔ جب سے شام پر حملہ ہوا عیسائیوں نے ڈر کے مارے اس شہر کی دیواریں اور برج از سر نو بنالیئے تھے۔ جنگ یرموک کے فراریوں میں سے سب سے بڑا بھاری قریب

ہی ایک جگہ میں پناہ گزین تھا۔ اور قبر مسیح کو مسلمانوں سے بچانے ہیں باشندوں اور اجنبی سواروں کو اس جوش و خروش کی کچھ چنگاریاں معلوم ہوتی تھیں جو مسلمانوں کے سینہ میں شعلہ زن تھا۔ چار مہینہ تک ایلیا کا محاصرہ رہا۔ ایک دن بھی تاخت و تاراج کے بغیر گزرتا تھا فصیلوں سے فلاخن وغیرہ اپنے کام دے رہے تھے۔ اور عربوں کو جاڑے کی شدت اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ اور تباہ کرنے والی تھی۔ آخر کار محاصرین کے استقلال کے آگے عیسائی مغلوب ہو گئے۔ سردار قوم سفرونیوس فصیل پر چڑھ گیا۔ اور بذریعہ ترجمان کے گفتگو کا خواہان ہوا۔ جب وہ نایب خلیفہ کو اس جنگ زبون سے باز رکھنے کی بیفایدہ کوشش کر چکا۔ تو لوگوں کی طرف سے صلح کی تجویز پیش کی۔ بشرطیکہ شرائط امن و حفاظت پر خود امیر المومنین حضرت عمر تشریف لا کر اپنے دستخط کر دیں۔ شہر مدینہ کی کونسل میں اس معاملہ پر بحث ہوئی۔ اور حضرت علی کی رائے اور اس شہر کے مقدس ہونے کی وجہ سے خلیفہ عمر رض نے اپنی سپاہ اور دشمنوں کی درخواست کو منظور فرمایا۔ اور ان کے سفر کی سادگی شاہی غرور و ظلم کے نظارہ سے زیادہ شاندار ہے فاتح شام و فارس (عمر رض) ایک سرخ اونٹ پر سوار تھے جس پر کہ دو تھیلے ایک میں ستو اور دوسرے میں چھوہارے پانی کی ایک مشک اور ایک بڑا کاسہ رکھے ہوئے تھے۔ جہاں وہ قیام کرتے تھے تمام جماعت کو اپنے سادہ کھانے میں شریک کر لیتے تھے۔ اور خود امیر المومنین اس طعام کو پند و وعظ اور دعا[1] سے متبرک کر دیتے تھے۔ لیکن اس مہم میں انکی سعی عدل و انصاف

---

[1] واقدی رح تحریر فرماتے ہیں کہ اس سفر میں جہاں خلیفہ عمر رض قیام کرتے تھے وہاں سے نماز فجر پڑھکر آگے کی طرف روانہ ہوتے تھے بعد نماز کے مسلمانوں کی طرف مخاطب ہو کر یہ دعا پڑھتے۔ الحمد للہ الذی اعزنا بالاسلام و خصنا بنبیہ علیہ السلام وھدانا من الضلالۃ وجمعنا من بعد الشتات علی کلمۃ التقوی والف بین قلوبنا ونصرنا علی عدونا ومکن لنا فی بلادہ وجعلنا اخوانا متحابین فاحمدوا اللہ عباد اللہ

کرنے میں صرف ہوئی۔ اُنہوں نے عربوں کی کثیر الازدواجی کی اصلاح کی۔ اور حکم دیا کہ
جزیہ دینے والوں پر سختی نہ کی جائے۔ اور نقدی سے جزیہ وصول نہ کیا جائے۔ اور
مسلمانوں کو فضول خرچی پر یہ سزا دی کہ ان کے قیمتی ریشمی کپڑے چھین لیئے۔ اور منہ کی
بل کیچڑ میں گھسیٹا۔ جب ایلیا نظر آیا تو خلیفہ نے بآواز بلند فرمایا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اللھم
افتح لنا فتحاً کبیراً وَاجعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ سُلطَاناً نَّصِيراً ۝ اور موٹے بالوں کا جبہ
لگا کر وہ اطمینان سے زمین پر بیٹھ گئے۔ عہد نامہ پر دستخط کرنے کے بعد وہ بے کھٹکے شہر

بقیہ نوٹ علی ھذہ النعمۃ واسالوہ المزید منہا والشکر علیہا وعلی ما اصبحتم تنقلبون فیہ من
النعمۃ السابغۃ والمنن الظاھرۃ فان اللہ یزید المستزیدین والراغبین فیما لدیہ ویتم نعمتہ علی الشاکرین
ترجمہ
سب تعریف اُس خدا کے لیے ہے جس نے عزت دی ہمکو اسلام سے اور خاص کیا ہمکو اپنے نبی علیہ السلام سے اور سیدھے
راستہ پر لگایا ہمکو گمراہی سے اور جمع کیا ہمکو بعد پراگندگی کے کلمہ تقوی پر اور محبت ڈالدی ہمارے دلوں میں اور ہماری
مدد کی دشمن کے مقابلہ میں اور پناہ دی ہمکو دشمن سے شہروں میں اور ہمیں بھائی بنا دیا کہ ایک دوسرے سے محبت کرتے
ہیں۔ پس اے خدا کے بندو تعریف کرو اللہ کی اس نعمت پر اور مانگو اللہ سے زیادہ نعمت اور توفیق مانگو شکر کی اس نعمت
کی اور اس چیز کی کہ صبح کرتے ہو تم در انحالیکہ رجوع کرتے ہو تم اُس میں بجانب پوری پوری نعمتوں اور ظاہرہ احسانوں کے
کیونکہ اللہ زیادہ دیتا ہے طلب کرنے والوں اور خواہش کرنے والوں کو اُس چیز میں سے جو خدا کے پاس ہے اور پورا
کرتا ہے اپنی نعمت کو شکر کرنے والوں پر" اور پھر سب ملکر کھانا کھاتے۔ اس سفر میں جب امیر المومنین ایک چشمہ پر پہنچے
جس کا نام ذات المنار تھا تو آپکے پاس یہ شکایت لائے کہ ایک مرد کے نکاح میں دو حقیقی بہنیں ہیں۔ خلیفہ نے اُس
شخص کو بلا کر فرمایا کہ یہ امر حرام ہے پس اُس سے ایک کو طلاق دلوا دیا۔ جب وادی القری میں پہنچے تو یہ معاملہ پیش آیا
کہ ایک بوڑھے آدمی کے ہاں اولاد نہ تھی۔ اُسنے اپنی بیوی میں ایک نوجوان کو شریک کر لیا تھا۔ ایک رات دن تو اپنے خاوند کے
ہاں رہتی تھی اور ایک رات دن اُس نوجوان کے ساتھ ہم بستر ہوتی تھی۔ خلیفہ عمرؓ نے اس پیرمرد کو بلا کر پوچھا

میں داخل ہوئے۔ اور سفرونیوسؓ کے ساتھ اس شہر کی سلف کی مذہبی یادگاروں کی نسبت خلق سے گفتگو کی۔ اس اسقف اعظم نے اپنے نئے آقا کے سامنے سر جھکایا اور دانیال کے ان الفاظ سے بڑبڑایا "سخت تباہی بیت المقدس میں ہے" نماز کے وقت وہ کنیسہ میں تھے۔ مگر خلیفہؓ نے گرجا کے اندر نماز ادا کرنے سے انکار کیا۔ اور کنیسہ قسطنطین کے زینہ پر نماز ادا کی۔ اور اُس نے طریق سے اس نیک امر کی دور اندیش وجہ بیان کی اور یوں فرمایا "اگر میں تمہارے کہنے پر عمل کرتا تو مسلمان آئندہ میری مثال کی متابعت کرنے کے بہانہ سے اس عہد نامہ کو توڑ ڈالتے" ان کے حکم سے بجائے کنیسہ سلیمان کے ایک مسجد کی بنا کی تیاری کی گئی۔ اور دس روز کے قیام میں خلیفہؓ نے فتوحات شام کی موجودہ اور آئندہ حالت کا بندوبست کر دیا۔ اہل مدینہ حسد کرتے تھے کہ مبادا ایلیا کے تقدس یا دمشق کی خوبصورتی کو دیکھ کر خلیفہ وہیں ہی نہ رہ جائیں۔ جب حضرت عمرؓ خود بخود پیغمبر خدا کے مزار پر واپس آ گئے تو

بقیہ نوٹ۔ اُسنے کہا اے امیر المومنین مجھے معلوم نہ تھا کہ اسلام میں یہ امر منع ہے۔ مگر اب مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ آئندہ ایسا نہ کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر مجھے پھر اس امر کی خبر لگی تو تیرا سر اُڑا دونگا۔ اہل ہنود میں ایسے معاملہ کو زندگی کا باعث سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ ہندو۔ دروپدی کو جس کی شادی پانچوں پانڈوں سے ہوئی تھی پاک خیال کرتے ہیں۔ جہانتک مجھے معلوم ہے ایک مذہب ہنود ہی ہے جس میں دوسرے کا بیج لینا ثواب خیال کیا گیا ہے۔ اور اُس کی تائید کی جاتی ہے۔ زیادہ افسوس آریہ سماج پر ہے جو باوجود ریفارمر ہونے کے اس ناپاک مسئلہ نیوگ کی تائید کرتے ہیں۔ خدا ان بیچاروں پر رحم کرے اور صراط مستقیم دکھاوے۔ ۱۲ مترجم۔

نوٹ شہر ایلیا کے بطارقہ اپنے شہر کے فتح کی پیشین گوئی سے واقف تھے۔ اس لیے جب اُنہوں نے حضرت عمرؓ کو فصیل پر سے دیکھا تو اُن کے خط و خال سے وہ فوراً معلوم کر گئے کہ یہی شخص وہی ہے جسکے نام فتح یروشلیم کی پیشین گوئی ہماری کتب میں کی گئی ہے۔ اس لیئے خلیفہ سے صلح کر لی۔ ۱۲ مترجم

اُن کے یہ خیالات دور ہو گئے۔

محاصرۂ حلب

شام کے غیر مفتوحہ حصہ کو فتح کرنے کے لیئے خلیفہ نے دو علیحدہ علیحدہ فوجیں مقرر کیں ایک منتخب دستہ کو عمرو بن العاص اور یزید بن ابی سفیان کے ماتحت فلسطین کے لشکر گاہ میں رہنے دیا۔ اور دوسرے بڑے دستے نے ابو عبیدہؓ اور خالدؓ کے جھنڈے تلے شمال کی جانب انطاکیہ اور حلب کی طرف کوچ کیا۔ حلب جسے اہل یونان بیریا کہتے تھے اب تک کسی صوبہ یا سلطنت کا دار الخلافہ ہونے سے مشہور ہوا تھا۔ اہل حلب نے لڑائی سے پہلے ہی اپنی شکست کا خیال کر کے اپنے افلاس کا عذر کیا اور جان و مذہب کی حفاظت کے لیئے نرم شرائط پر صلح کر لی لیکن حلب کا قلعہ شہر سے علیحدہ ایک اونچے مصنوعی ٹیلے پر بنا ہوا واقع تھا۔ اُسکے اطراف کاٹ کاٹ کر ڈھلوان بنا دیئے گئے تھے اور اُنپر پتلے پتھروں کی تہ چڑھائی گئی تھی اور ادھر اُدھر آس پاس کے چشموں سے اُس کی خندق پر آب ہو سکتی تھی۔ تین ہزار سپاہیوں کے تلف ہو جانے کے بعد بھی اہل قلعہ میں اپنی حفاظت کے لیئے کافی طاقت باقی تھی۔ اور یوقنا جو انکا قدیمی دلیر سردار تھا۔ اپنے بھائی کو صلح کے نام لینے پر قتل کر ڈالا۔ اور اس چار یا پنج مہینے کے محاصرہ میں جو جنگ شام میں سب سے زیادہ سخت تھا۔ بہت سے مسلمان شہید اور زخمی ہوئے اگرچہ مسلمان قلعہ سے ایک میل کے فاصلہ پر چار ہے تھے۔ مگر اس سے نہ تو یوقنا کی ہوشیاری میں فرق آیا اور نہ عیسائیوں کو اُن تین سو قیدیوں پر رحم آیا جنھیں اُنہوں نے فصیل کے سامنے قتل کیا۔ اول اول ابو عبیدہؓ کی خاموشی اور آخر کار ان کی شکایتوں سے خلیفہ کو یہ معلوم ہو گیا۔ کہ مسلمانوں کی امید و استقلال اس دشوار گیر قلعہ کے محاصرہ میں ہارے جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ جواب دیا یہ تمہاری کامیابی کے انقلاب سے مجھے تشویش ہوئی ہے اثر ہوا

لیکن میں تمھیں تاکید کرتا ہوں کہ کسی طرح محاصرہ سے دست بردار نہ ہونا۔ کیونکہ اس سے تمھارے ہتھیاروں کی شہرت کم ہو جائے گی۔ اور کافر تمام اطراف سے حملہ کرنے کے لیے دلیر ہو جائیں گے۔ جب تک کہ خدا اس کا فیصلہ نہ کرے حلب کے سامنے جمے رہو۔ اور سوار ہو کر گرد نواح کے ملک کو تاخت و تاراج کرتے رہو۔ امیر المومنین کی نصیحت کو ابن تقویت پہنچ گئی کہ عربستان کی تمام اقوام کے بہادر گھوڑوں یا اونٹوں پر سوار ہو کر مدد کے لیئے لشکرگاہ میں آ پہنچے۔ اس کمک میں دامس نامی ایک غلام تھا جو قوی ہیکل اور مستعد دلیر تھا۔ سینتالیس روز لشکر میں رہنے کے بعد اُسنے یہ تجویز پیش کی کہ میں فقط تیس اشخاص کے ساتھ قلعہ پر چڑھائی کرونگا خالد رضؓ نے اپنے تجربہ اور آزمایش سے اسے منظور فرمایا۔ اور ابو عبیدہ نے اپنے بھائیوں کو ملامت کی کہ دامس رضؓ کے خراب اصل سے نفرت نکرو۔ کیونکہ اگر لشکر کا کاروبار میرے ذمہ ہوتا تو میں خوشی بخوشی اس کے جھنڈے تلے جنگ کرتا۔ ظاہرا بار گشت سے اہل قلعہ کو دامس کا اصلی[1] مدعا نہ معلوم ہوسکا۔ اور مسلمانوں کے لشکر نے حلب سے تقریبا ایک فرسخ کے فاصلہ پر قیام کیا۔ وہ تیس جانباز شہسوار پہاڑ کے دامن میں گھات میں پڑے ہوئے تھے۔ اور دامس بوالہول آخرکار اپنے ارادوں میں کامیاب ہوئے۔ اگرچہ وہ اپنے

[1] جب مسلمان اس محاصرہ میں بہت سی حیلے کر چکے تو دامس رضؓ نے خالد رضؓ سے یہ کہا کہ میں تیس شہسوار ونکو لیکر کچھ فاصلہ پر چلا جاتا ہوں اور آپ اہل قلعہ کی سامنے یہاں سے کوچ کر کے ایک فرسخ پر قیام کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا رومیوں کو یقین ہو گیا کہ مسلمان ڈر کر چلے گئے ہیں۔ اسلیے شہر کے دروازے کھول دیئے گئے۔ جب رات آئی تو دامس رضؓ نے اپنی بھائیوں سے کہا کہ کسی رومی کو پکڑنا چاہیئے جس سے قلعہ کی حالات دریافت کریں۔ اس غرض کی لیے خود دامس رضؓ چار پانچ دفعہ کئی رومیوں کو پکڑ لائے۔ مگر وہ عربی زبان سے ناواقف تھی اور ایسی زبان بولتے تھے جسے مسلمان نہیں سمجھتے تھی۔ اس پر دامس رضؓ نے خفا ہو کر کہا کہ یہ کیسی وحشی لغت بولتے ہیں۔ تب دامس مع اپنی ساتھیوں کی فصیل کے پاس پہنچے۔ اور ایک سیڑھی اوپر چڑھ گئی جیسا کہ آگے آئیگا۔ مترجم

رومی قیدیوں کی جہالت پر ناراض ہوئے۔ بعلیم عرب (یعنے وامس) نے غصہ ہوکر یوں کہا "خدا ان کتوں پر لعنت کرے۔ یہ کیسی عجیب وحشی زبان بولتے ہیں!! نہایت ہی تاریک رات میں وامس بڑی دشوار بلندی پر جا چڑھے۔ جسکو اُنہوں نے بڑی دقت سے تلاش کیا تھا۔ جہاں پتھر کم سالم تھے یا ڈھلوان عمودی کم تھا۔ یا دربان کم ہوشیار و بیدار تھے منتخب قوی جوان ایک دوسرے کے کندھے پر چڑھ گئے۔ اور سب کا بوجھ اس قوی ہیکل غلام (وامس) کی کشادہ اور مضبوط پیٹھ پر تھا۔ اس دشوار چڑھائی میں سب سے اگلا شخص فصیل کے سچلے حصہ کو پکڑ کر چڑھ سکتا تھا۔ اُنہوں نے چپکے چپکے دربانوں کو خنجر سے کاٹ کر نیچے گرا دیا۔ اور تیس مسلمان بھائی جو یہ پاک دعا مانگتے تھے "اے رسول خدا ہماری مدد کر اور ہمیں چھڑا!!" پگڑیوں کی لمبی بٹی ہوئی رسی سے اوپر کھینچ لیے گئے۔ دلیرانہ مگر آہستہ بچا بچا کر قدم رکھتے ہوئے وامس نے حاکم حلب کے محل کو ڈھونڈھ لیا۔ جسنے اپنی آزادی و رہائی کی خوشی میں بزم عیش و عشرت گرم کی تھی۔ وہاں سے وہ اپنے اصحاب کے پاس آئے اور اُنکو ساتھ لے اندر والی طرف سے قلعہ کے دروازہ پر حملہ کیا۔ اُنہوں نے پہرہ دار کو مغلوب کرکے دروازہ کھول دیا اور خندق کے پل کو گرا دیا۔ اور تنگ راستہ کی حفاظت کی۔ یہانتک کہ صبح ہوتے ہی خالدؓ نے پہنچ اس تکلیف سے اُنھیں آزاد کر دیا۔ اور فتح کا یقین دلایا۔ یوقنا جو ایک ہیبت ناک دشمن تھا مشرف باسلام ہوکر ہوشیاری سے کام میں آیا۔ اور مسلمانوں کے سپہ سالار نے وامس کی خادمانہ لیاقت کا یوں اظہار کیا۔ کہ سپاہ کو حلب میں ٹھہرائے رکھا جب تک کہ وامس کے عزیز زخموں کا علاج نہ ہوگیا۔ شام کا دار الخلافہ قلعہ اعزاز اور دریائے فرات کے آہنی پل سے محفوظ تھا۔ ان مشہور مقامات کی فتح اور آخری رومی فوج کی شکست کے بعد آرام طلب انطاکیہ کانپ گیا۔ اور مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ تین لاکھ دینار ادا کرنے

سے سپاہ انطاکیہ کو امن دیا گیا۔ لیکن یہ شہر جو سکندر کے جانشینوں کا پایہ تخت اور مشرق میں رومی سلطنت کا دارالخلافہ تھا اور جسے قیاصرہ آزاد۔ پاک اور غیر مفتوح کہا کرتے تھے خلفا کے عہد میں گھٹتے گھٹتے صوبہ کا دوسرے درجہ کا شہر رہ گیا۔

ہرقل کی زندگی میں اسکے آخری عہد اور آغاز حکومت کے ضعف اور بدنامی کی وجہ جنگ فارس میں طرفین کے کارنمایاں کے حالات پر اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ جب محمد صلعم کے جانشینوں نے لڑائی اور مذہب کی تلوار میان سے نکالی تو ہرقل بیشمار مشقت اور خطرہ کے خیال سے حیران ہوا۔ اُس کے مزاج میں کاہلی تھی۔ اور اس ناتوان و افسردہ شہنشاہ کو دوبارہ کوشش پر آمادہ کرنا محال تھا۔ غیرت اور شامیوں کا تقاضا اُسکے جلد میدان جنگ سے گریز کرنے کے مانع ہوئے۔ لیکن اب وہ بہادر نہ رہا تھا۔ اور دمشق بیت المقدس اجنادین اور یرموک کی خونی میدانوں کی شکست کا باعث کسی قدر شہنشاہ کی عدم موجودگی اور بدچلنی بھی ہوئی۔ بجائے اسکے کہ مقبرہ مسیح کی حفاظت کرے اُسنے اپنی مرضی کی مطابقت کے لیے کنیسہ اور سلطنت کو کلامی جھگڑوں میں ڈالدیا۔ جب ہرقل نے اپنی دوسری شادی کی اولاد کو تخت نشین کیا تو اُن کی میراث کا نہایت ہی قیمتی حصہ اُس سے بے شرمی سے اپنے ہاتھ سے کھو دیا۔ انطاکیہ کے گرجا میں پادریوں کے سامنے چلیپا کے آگے وہ شہزادہ اور لوگوں کے گناہوں پر رو دیا۔ لیکن اُسکے اس اقرار سے لوگوں نے جان لیا کہ خدا کے فیصلے کے برخلاف کوشش کرنا بے فایدہ اور شاید گناہ بھی ہے۔ مسلمان درحقیقت غیر مغلوب ہیں اسلیئے کہ وہ تمام جہان کی رائے میں غیر مغلوب ہیں۔ یوقنا کے مسلمان ہونے۔ اسکی جھوٹی توبہ اور بار بار کی دغابازی سے شہنشاہ کے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ میرے گرد اپنے دغاباز اور بے دین لوگ جمع ہیں جو یہ سازش کرتے ہیں کہ دغا سے مجھے اور اپنے ملک

کو مسیح کے دشمنوں کے حوالہ کردیں مصیبت کے وقت تاج[له] کرنے کے بُرے خوابوں سے
اسکا ضعیف اعتقاد اور بھی کمزور ہوگیا۔ اور ملک شام کو ہمیشہ کے لیئے الوداع کہکر چند ہمراہیوں
کو ساتھ لیے وہ پوشیدہ ایک کشتی میں سوار ہولیا اور اس وجہ سے رعایا کا اعتقاد جاتا رہا۔ اُس کا
سب سے بڑا بیٹا قسطنطین فلسطین کی تین صوبوں کے ملکی دارالخلافہ قیساریہ میں مقرر تھا۔
لیکن ایک پرائیویٹ معاملہ کی وجہ سے وہ دربار قسطنطنیہ میں پھر چلا آیا۔ اور اپنے باپ کی
بھاگنے کے بعد اُسنے جان لیا کہ میں اب خلیفہ کی یکجا افواج کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اُسکی اوّل
تین سو عربوں اور ایک ہزار ان وحشی غلاموں نے حملہ کیا جوکہ سردی کی شدت میں کوہ ابنتی
کی برفانی چوٹی پر چڑھ گئے۔ اور جبکہ بعد خالد رضہ کی فاتح فوج بھی اُن سے آملی تھی۔ شمال اور
جنوب سے انطاکیہ اور ایلیا کی فوجیں سمندر کے کنارے کنارے آگے بڑھیں۔ یہاں تک کہ
اُن کے جھنڈے صوبہ فنیشیا کے شہروں کی فصیلوں تلے آگئے۔ طرابلس اور صور مفتوح
ہوئے۔ اور باربرداری کے پچاس جہازوں کا ایک بیڑا جو بے کھٹکے مفتوحہ بندرگاہوں میں داخل
ہوتا تھا مسلمانوں کے لشکرگاہ میں ہتھیاروں اور رسد کا ذخیرہ وقت پر لے آیا۔ جب شہر
قیساریہ نے یکایک اپنے تئیں حوالہ کردیا۔ تو رومیوں کا شاہزادہ رات کو کشتی پر سوار
ہولیا۔ اور بے حفاظت اہل شہر نے دو لاکھ دینار پیش کرکے معافی مانگی۔ اس صوبہ کے باقی
شہروں یعنی رملہ۔ ایکر۔ نیاپولس۔ غزہ۔ عسقلان۔ بیروت۔ سدون۔ جبلہ۔ لاذقیہ۔ اپامیہ
اور ہیراپولس نے فاتح کے برخلاف لڑنے کی جرأت نہ کی۔ اور جب پاپمپے نے مقدونیہ

له (ارقلیس) ہرقل نے جنگ انطاکیہ میں خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شخص آسمان سے اُترا ہے جسنے اُسے تخت سے پلٹ دیا
اور اسکا تاج اسکے سر سے اُڑگیا۔ اور اُسکے زوال کا وقت آپہنچا ہے جب وہ اس خواب سے بیدار ہوا تو ڈرکر انطاکیہ سے
بھاگ گیا۔ اور بعض راوی یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ بھاگنے سے پہلے مشرف باسلام ہوچکا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب ۱۲ مترجم

سے آخری بادشاہ کو لوٹا تھا اُسکے سات سو برس کے بعد ملک شام خلفا کی حکومت میں شامل ہوگیا۔ مذکورہ بالا چھ مقامات کے محاصروں اور لڑائیوں میں ہزارہا مسلمانوں کی جانیں تلف ہوئیں۔ جنہوں نے خوشی سے میدان جنگ میں شہیدی رتبہ حاصل کیا۔ انکے مذہب کی سادگی ایک عربی نوجوان کے الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے۔ جب وہ آخری رخصت کے وقت اپنی بہن اور ماں سے بغلگیر ہوا۔ تو یوں کہا "ملک شام کی نعمتوں یا اس دنیا کے فانی عیش نے مجھے مذہب کے لیئے اپنی جان دینے پر برانگیختہ نہیں کیا۔ بلکہ میں خدا اور رسول کی رضا جوئی کرتا ہوں۔ اور میں نے آنحضرت صلعم کے ایک اصحابی سے سنا ہے کہ شہیدوں کی روحیں سبز جانوروں کی پوٹوں میں رہیں گی۔ جو پھل کھائیں گے اور جنت کی نہروں سے پانی پییں گے۔ الوداع۔ ہم پھر اُن اشجار و عیون بہشت میں ملیں گے جو خدا نے اپنے برگزیدہ بندوں کے لیئے بنائے ہیں" جب مسلمان گرفتار ہوجاتے تھے تو اُن میں صبر اور مذہبی جوش استقلال اُس سے زیادہ ہوتا تھا۔ اور مشہور ہے کہ آنحضرت کے ایک بھتیجے (غالباً عبدالرحمن بن ابی بکر رض۔ مترجم) نے تین دن فاقہ کے بعد شراب اور لحم خنزیر کھانے سے انکار کیا۔ اور فقط یہی دو چیزیں تھیں جن کے کھانے کی کینہ ور کافروں نے اجازت دی تھی۔ اور بعض احباب کی ضعیف الاعتقادی نے خبط کے کینہ ور جوش کو برانگیختہ کردیا۔ اور عامر کے باپ نے دلسوز عبارت میں اپنے ایک بیٹے کے ترک مذہب اور ملعون ہونے پر افسوس کیا۔ جسنے خدا کے وعدوں اور پیغمبر صلعم کی شفاعت سے انکار کیا۔ اور اسی وجہ سے وہ بطارقہ اور شماسہ کے ساتھ دوزخ اسفل میں جائیگا۔ خوش قسمت عربوں کو جو اس لڑائی میں زندہ اور اپنے مذہب پر ثابت قدم رہے انکے زاہد و متقی سپہ سالار نے مال و دولت کے ناجائز استعمال سے منع کیا۔ تین دن آرام کے بعد ابو عبیدہؓ نے اپنے سواروں کو انطاکیہ کے عیش و عشرت

کے سفر اثر سے علیحدہ کرلیا۔ اور خلیفہ کو یہ یقین دلایا کہ اتحاد دین و مذہب صرف افلاس اور محنت
کی سختی سے قایم رہ سکتا ہے۔ نیک نیت خلیفہ عمرؓ اگرچہ اپنے لیئے سخت گیر تھے۔ مگر اپنے
بھائیوں کے لیئے مہربان اور ناصح تھے۔ واجب حمد و شکر کے بعد اپنی آنکھوں میں رحم
سے آنسو بھر لائے۔ اور فرش زمین پر بیٹھ کر ایک جواب تحریر فرمایا۔ جس میں اپنی سپہ سالار
کی سختی پر نرم الفاظ میں ملامت کی۔ وہ جواب یہ ہے "خدا نے مومنوں اور صالحین کو اس
دنیا کی حلال چیزوں سے منع نہیں کیا۔ اسلیئے تمہیں چاہیئے تھا کہ اُنہیں آرام لینے اور آزادی سے
اس ملک کی طیبات میں شریک ہونے کی اجازت دیتے۔ اگر کسی مسلمان کے ہاں عرب میں
کوئی بیوی نہ ہو تو وہ شام میں نکاح کرسکتا ہے۔ اور جب لونڈیوں کی ضرورت
ہو۔ تو وہ حسب موقع خرید کرسکتا ہے" فاتحین اس فیاضانہ اجازت کے جائز یا ناجائز استعمال
کے لیئے تیار ہوئے۔ لیکن اُن کی فتح کا سال مردوں اور مویشیوں کی موت کی وجہ سے
مشہور ہے۔ پچیس ۲۵۰۰۰ ہزار مسلمان اہل شام کے پنجہ سے رہا کیئے گیئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ کی وفات
پر جیسا اُن کو افسوس ہوا ہوگا۔ مگر اُنکے بھائیوں کو یہ تھا کہ وہ عشرہ مبشرہ[۵۱] میں سے تھے
جنکی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ وہ بہشت کے وارث ہیں۔ حضرت خالدؓ[۵۲] اپنے بھائیوں
کے بعد تین سال زندہ رہے اور سیف اللہ (شمشیر خدا) کی قبر حمص کے گرد و نواح میں

---

۵۱ عشرہ مبشرہ یہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر بن الخطابؓ حضرت عثمان بن عفانؓ حضرت علیؓ بن
ابی طالب۔ حضرت سعدؓ حضرت سعیدؓ۔ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ حضرت ابوعبیدہؓ

۵۲ گبن نے خصوصاً حضرت خالدؓ کے بارہ میں بڑا تعصب ظاہر کیا ہے۔ کیونکہ اکثر اُن کے نام کے ساتھ
سخت الفاظ لایا ہے۔ افسوس ہے گبن حضرت خالدؓ جیسے سپہ سالار کو جو فی الواقع اُسکی کتاب کے ہیرو ہیں ایسے
سست الفاظ سے یاد کرے۔ واللہ اعلم گبن کو اُنکے ساتھ کیا دلی عناد ہے ۱۲ مترجم

موجود ہے اور اُن کی شجاعت کو جس کی وجہ سے عرب اور شام میں خلفاء کے سلطنت کی بنا پڑ گئی۔ دور اندیشی کی ایک رائے سے تقویت پہنچ گئی تھی۔ اور جب تک وہ ایک ٹوپی پہنے رہتے تھے جسے پیغمبر صاحب نے متبرک کر دیا تھا۔ وہ خیال کرتے تھے کہ کبھی دشمنوں کے تیر کچھ اثر نہیں کر سکتے۔

پہلے فاتحین کی جانشین ان کی اولاد اور دیگر ہموطن لوگ ہوئے۔ شام خاندان امیہ کی پشت پناہ اور پایہ تخت ہو گیا۔ اور اسی طاقتور سلطنت کے جہاز سپاہ اور آمدنی سلطنت خلفاً کو ہر طرف وسعت دینے کے لیئے مخصوص تھے۔ لیکن مسلمان فضول شہرت سے نفرت کرتے ہیں۔ اور اُن کے مورخ اُن چھوٹی چھوٹی فتوحات کو بیان کرنے کے لیئے راضی نہیں ہوا جو ان کی کامیاب عہد کی جلد ترقی اور شان و شوکت کے سامنے حقیقت نہیں رکھتیں ملک شام کے شمال کی طرف وہ کوہ طارس میں سے گذرے اور صوبہ کلیشیا کو مع اُس کے دار الخلافہ طرطوس کے جو کردستان کے بادشاہوں کی قدیمی یادگار ہے فتح کر لیا۔ اسی پہاڑ کے دوسرے بینچے گذر کر بجائے اسکے کہ وہ نور اسلام کی اشاعت کریں اُنہوں نے قسطنطنیہ کے گرد و نواح اور ئیوکسین کے کناروں تک شعلہ جنگ کو بھڑکا دیا۔ مشرق کی طرف وہ دریائے دجلہ اور فرات کے منبعوں اور کناروں تک بڑھے۔ اور وہ حد جس پر اہل روم و فارس مدت سے جھگڑ رہے تھے اب ہمیشہ کے لیئے ٹوٹ گئی۔ آدیسہ عمیدا درہ اور نسبس کی فصیلیں جنہوں نے شاپور اور نوشیرواں کے ہتھیاروں اور منجنیق کو روک دیا تھا۔ اب خاک میں مل گئیں۔ اور شہر مقدس ابغرث نے مسیح کی تصویر یا رسایل بنفا بدہ اُس بے اعتقاد فاتح کے آگے پیش کئے مغرب کی طرف شام کی سلطنت سمندر سے محیط ہے۔ اور ارادوس کو برباد کرنا جو ساحل پر ایک چھوٹا سا جزیرہ یا جزیرہ نما ہے۔ اس دس سال کے عرصہ میں ملتوی رہا۔ لیکن کوہ ابرش میں لکڑی کثرت ہوتی

تھی ۔ صوبہ فینشیا کی تجارت اکثر جہاز ران کیا کرتے تھے ۔ اور صحرا کے رہنے والوں نے سترہ ہزار کشتیوں کا ایک بیڑا تیار کر رکھا تھا ۔ اور رومیوں کا شاہی بیڑا ان کے آگے بھاگتا بھاگتا ۔ پمفلیا کی چٹانوں سے ہلسپانٹ میں جا پہنچا ۔ لیکن اقلیس (ہرقل) کے پوتے کا جوش جو اس وقت شہنشاہ تھا لڑائی سے پہلے ہی ایک خواب اور ابہام کی وجہ سے جاتا رہا مسلمان سمندر کے مالک بن گئے ۔ اور جزائر قبرس روڈس اور سائیکلیڈس متواتر ان کی غارتگر حملوں سے آفت میں مبتلا ہوئے ۔ تین سو برس قبل مسیح ڈمطریس نے روڈس کی مشہور و معروف مگر بے فائدہ محاصرہ سے اس بحری جمہوری سلطنت کو غنیمت کے مال و اسباب سے مالامال کر دیا تھا ۔ اپالو یعنے سورج کی دیوتا کی ایک بڑی مورت (بت) ستر ہاتھ اونچی اس بندرگاہ کے دروازہ پر بطور یونانیوں کی آزادی اور حرفتوں کی یادگار کے بنائی گئی تھی ۔ چھپن برس گذرنے کے بعد روڈس کا یہ بڑا بت ایک زلزلے سے گر پڑا ۔ لیکن اسکا بھاری جسم اور بڑے بڑے اعضا جو اکثر زمانہ قدیم کے عجائبات میں شمار ہوتے ہیں آٹھ سو برس زمین پر پراگندہ پڑے رہے مسلمانوں نے انہیں محنت سے جمع کیا ۔ اور ایدیسہ کی ایک یہودی سوداگر کے ہاتھ بیچ ڈالے ۔ کہتے ہیں اس سوداگر نے اس بت کے پیتل کو نو سو اونٹوں پر لادا تھا اگرچہ تین سو بڑی بڑی مورتیں اور تین ہزار بت جن سے سورج کے دیوتا کا مالا مال شہر مزین تھا ہمیں شامل کریں مگر تاہم یہ بہت بڑا بوجھ ہے ۔

فتوح الشام تمام ہوئی ۔

ھ۵ شہنشاہ نے اپنے خواب میں دیکھا تھا کہ میں تھسلانیکا میں ہوں ۔ اُسکے معبر خواب نے اس خواب کی تعبیر کی کہ تھسلانیکا ایک منحوس نام ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تجھے شکست ہوگی ۱۲ مترجم

تیسرا باب فتح المصر

مصر کی فتح اس ظفریاب مسلمان کی شجاعت کے باعث ہوئی جو اپنی قوم کے بڑے بڑے غازیوں میں سے تھا مسلمانوں کو یہ فتح ایسے زمانہ میں نصیب ہوئی جبکہ ادنے سے ادنیٰ مسلمان مذہبی جوش میں اپنے آپے سے باہر تھا۔ عمروؓ بن العاص کی پیدایش اگرچہ کم درجہ کی تھی۔ مگر ساتھ ہی اقبال کا ستارہ اُنکے ماتھے پر چمکتا تھا۔ اُن کی ما۔ جو بڑی باعصمت[1] تھی پانچ

[1] مصنف نے فتح المصر کے ہیرو کی پیدایش کے بارہ میں دلچسپ قصہ متعصب انگریز مورخ کے لیئے گھڑ دیا ہے۔ شاید کہ وہ لونڈی اور فاحشہ عورت میں تمیز نہیں کر سکا اور اس لیے عمروؓ بن العاص کی والدہ کو جو لونڈی تھی معاذ اللہ بازاری عورت سمجھکر اُسپر اور حاشیہ چڑھا دیا۔ ابن الاثیر جو بہت بڑے معتبر مورخ سمجھے جاتے ہیں عمروؓ بن العاص کے حالات یُن تحریر فرماتے ہیں " عمرو بن العاص بن وائل بن هاشم بن سعيد بن عمرو بن حصيص بن كعب بن لوی ابن غالب القرشی السهمی یکنی اباعبد الله وقیل ابو محمد وامه النابغة بنت حرملة سبية من بنی جلان بن عتيك بن اسلم بن يذكر بن عنزة واخوه لامه عمرو بن اثاثة العدوی وعقبة بن نافع بن عبد قيس الفهری وسال رجل عمرو بن العاص عن امه فقال سلمى بنت حرملة تلقب النابغة من بنی عنزة اصابتها رماح العرب فبيعت بعكاظ فاشتراها الفاكه بن المغيرة ثم اشتراها منه عبد الله بن جدعان ثم صارت الى العاص بن وائل فولدت له " عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم بن عمرو بن حصیص بن کعب بن لوی بن غالب القرشی السہمی جنکی کنیت ابو عبد اللہ تھی اور بعض کہتے ہیں ابو محمد تھی۔ انکی والدہ نابغہ بنت حرملہ تھی جو بنی جلان بن عتیک بن سلم بن یذکر بن عنزۃ میں سے ایک لونڈی تھی۔ انکے اخیافی بھائی عمرو بن اثاثہ العدوی اور عقبہ بن نافع بن عبد قیس الفہری تھے۔ ایک شخص نے عمروؓ بن العاص سے پوچھا کہ آپکی والدہ کون تھی۔ آپنے جواب دیا حرملہ کی بیٹی سلمیٰ جنکا

قریشیوں میں سے یہ نہ بتا سکی کہ وہ کس کی اولاد ہیں۔ مگر صورت کی مشابہت سے وہ عاص بن وائل کی نسب سے قرار دیئے گئے۔ جب جوان ہوئے تو قبیلہ کے لوگوں کے تعصب اور جوش نے انھیں برانگیختہ کیا۔ اسلیئے وہ محمد صلعم اور ان کے اصول کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے۔ اور حکمران قبیلہ نے انھیں ان مہاجرین کا تعاقب کرنے کے لیئے مقرر کیا۔ جو شاہ حبش (ابی سینیا) کے ہاں پناہ گزین ہوئے تھے۔ مگر وہ اس سفارت سے خفیہ مسلمان ہو کر واپس آئے انہوں نے اپنی عقل بافایدہ کی رہبری سے بتوں کی پرستش کو ترک کر دیا۔ اور اپنے دوست حضرت خالدؓ کے ساتھ مکہ سے ہجرت کی۔ اور رسول مدنی ایک ہی وقت اسلام کے ان دونوں مستقیم حامیوں کے ساتھ بغلگیر ہونے سے خوش ہوئے۔ عمروؓ بن العاص لشکر مومنین کی سپہ سالاری کے لیئے بیقراری ظاہر کرتے تھے۔ مگر حضرت عمرؓ نے بعد از ملامت انہیں یوں سمجھایا کہ آپ ملک وحکومت کے طالب نہ ہوجیئے۔ کیونکہ جو آج زبردست ہے۔ وہ کل کو زیردست ہو جائیگا۔ تاہم ان کی لیاقت پہلے دو خلیفوں پر پوشیدہ نہ تھی۔ فلسطین کی فتح ان ہی کے ہتھیاروں سے ہوئی تھی۔ اور ملک شام کی تمام محاصروں اور لڑائیوں میں ان کی افسرانہ مزاج کے ساتھ جانباز سپاہیانہ شجاعت بھی تھی۔ جب ایک دفعہ خلیفہؓ مدینہ میں تشریف لائے تو اس تلوار کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی جس سے اسقدر جنگجو عیسائی مقتول ہوئے تھے۔ ابن العاص نے ایک چھوٹی سی معمولی تلوار میان سے نکالکر دکھائی۔ مگر جب اسپر خلیفہ عمرؓ کو حیران ہوتے دیکھا۔ تو اس حلیم وشرمسار مسلمان نے یوں کہا ''افسوس۔ صاحب تلوار کی بازو کی بغیر یہ تلوار فرزدق

سے بقیہ نوٹ لقب نابغہ تھا اور بنی عنزہ میں سے تھیں۔ عرب کے بہتیرے ان کے بدن پر لگے۔ پس وہ بازار عکاظ میں فروخت ہوئیں پھر انھیں فاکہ بن منیرہ نے خرید لیا۔ پھر فاکہ سے عبداللہ بن جدعان نے خرید لیا۔ پھر عاص بن وائل کے ہاتھ فروخت ہوئیں جنکے ہاں ان سے عمرو پیدا ہوئے ۱۲ مسترجم عفی عنہ۔

شاعر کی تلوار کی نسبت نہ تو تیز ہی ہے۔ اور نہ بھاری ہے! جب ملک مصر فتح ہو چکا۔ تو خلیفہ عثمانؓ نے رشک کی وجہ سے انھیں واپس بلا لیا۔ مگر آیندہ مہمات میں سپاہیانہ مدبرانہ اور شاعرانہ عالی حوصلگی ان کی پرائیویٹ حالت سے ظہور میں آئی۔ کونسل اور میدان جنگ میں ان کی طاقتور حمایت سے خاندان امیہ کی سلطنت جم گئی۔ ملک مصر کا خراج اور انتظام حضرت معاویہؓ کی عنایت سے ایک وفادار دوست (عبداللہ بن سعد بن ابی سرح) کے حوالہ ہوا جو ترقی کرتے کرتے ایک ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ رتبہ پر پہنچ گئی تھی۔ اور عمرو بن العاصؓ نے اپنی باقی عمر اس محل او شہر میں بسر کی جو انہوں نے دریائے نیل کے کنارے پر بنوایا تھا۔ مرتے وقت انہوں نے اپنے بچوں کے سامنے گفتگو کی[1] جسے اہل عرب فصاحت اور دانائی کا نمونہ سمجھتے ہیں۔

---

[1] ابن الاثیر نے اپنی کتاب اسد الغابہ میں عمرو بن العاص کی وفات کا حال یوں تحریر فرمایا ہے

"لما حضرته الوفاة قال اللهم انك أمرتني فلم أأتمر وزجرتني فلم أنزجر ووضع يده على موضع الغل وقال اللهم لا قوي فانتصر ولا بري فاعتذر ولا مستكبر بل مستغفر لا اله الا انت فلم يزل يرددها حتى مات وروى يزيد بن ابي حبيب ان عبد الرحمن بن شماسة حدثه قال لما حضرت عمرو بن العاص الوفاة بكى فقال ابنه عبد الله لم تبكي أجزعا من الموت قال لا والله ولكن لما بعد الموت فقال له كنت على خير ويذكر صحبته لرسول الله صلى الله عليه وسلم وفتوحه الشام ومصر فقال عمرو تركت أفضل من ذلك شهادة ان لا اله الا الله اني كنت على اطباق ثلث كنت اول شئ كافرا فكنت اشد الناس على رسول الله صلى الله عليه وسلم فلو مت حينئذ وجبت لي النار فلما بايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم كنت اشد الناس حياء منه فلو مت لقال الناس هنيئا لعمرو اسلم وكان على خير ومات فترجى له الجنة ثم تلبست بالسلطان واشياء فلا ادري اعلى ام لي فاذا مت فلا تبكين على باكية ولا تتبعني

ہیں۔ اُنہوں نے اپنی ایام جوانی کی خطاؤں پر افسوس کیا۔ لیکن چونکہ اب بھی اس تائب (عمرو) میں شاعری کا فخر باقی تھا۔ اسلیئے اُنہوں نے اپنے فاسقانہ اشعار و تصانیف کے زہر آلودہ اثر پر بھی کسی قدر مبالغہ کیا ہے۔

مسلمانوں کا مصر پر حملہ

عمرو رضؓ بن العاص نے فلسطین میں اپنی لشکر گاہ سے مصر پر حملہ کرنے کے لیئے خلیفہ سے یکایک اجازت حاصل کر لی تھی۔ یا خود ہی پیشدستی کی۔ اولوالعزم خلیفہ عمرؓ خدا پر اور اپنی اُس تلوار پر بھروسہ رکھتے تھے جس نے کسریٰ اور قیصر کے تخت ہلا دیئے تھے۔ لیکن جب اُنہوں نے مسلمانوں کی قلیل جماعت کا اس بڑی مہم سے مقابلہ کیا تو اُنہوں نے اپنی مبادرت کو ناپسند فرمایا

(بقیہ نوٹ) نائحۃ ولا نار و شدّ وا علی ازاری فانی مخاصم و شنّوا علی التراب فان جنبی الایمن لیس باحق بالتراب من جنبی الایسر ولا تجعلن فی قبری خشبۃ ولا حجرا واذا وار یتمونی فاقعدوا عندی قدر نحر جزور و تقطیعہ استانس بکم وانظر ماذا اوامر رسل ربی ۱۲۔ جب عمرو بن العاصؓ کی موت آپہنچی۔ تو اُنہوں نے کہا۔ اے میرے رب تو نے مجھے حکم دیا۔ پس میں نے فرمانبرداری کی تو نے مجھے منع کیا پس میں باز نہ رہا۔ اور اپنے ہاتھ کو گردن پر رکھا اور کہا اے میرے رب! کوئی قوی نہیں ہے پس میں مدد چاہتا ہوں کوئی بری نہیں ہے پس میں عذرخواہی کرتا ہوں اور کوئی تیرے آگے اپنی بزرگی ظاہر کرنے والا نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک معافی مانگنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ اسی دعا کو بار بار پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ وفات پائی۔ اور یزید بن ابی حبیب نے روایت کی ہے کہ عبدالرحمن بن شماسۃ نے مجھ سے بیان کرتے ہوئے یوں کہا جب حضرت عمرو بن العاصؓ کی موت آپہنچی تو وہ روئے ان کے صاحبزادے عبداللہ نے کہا آپ کیوں روتے ہیں آیا موت کے ڈر سے تو جواب دیا نہیں قسم ہے خدا کی بلکہ میں ڈرتا ہوں کہ موت کے بعد میرا کیا حال ہوگا۔ پس عبداللہ نے کہا آپ تو حق پر تھے۔ اور وہ اُنھیں یہ یاد دلاتے رہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے

اور اپنے بزدل اصحاب کی تصدیق کی - قرآن شریف کی تلاوت کرنے والے فرعون کی عظمت وغرور سے واقف تھے - کہ معجزات کا دس دفعہ متواتر ظہور میں آنا چھوٹا کہ بنی اسرائیل کو رہائی کے لیئے کافی ہوا تھا - مصر میں شہر بکثرت اور آباد تھے - عمارتیں پائدار اور مضبوط تھیں - صرف دریائے نیل مع اپنی بے شمار شاخوں کے ایک ایسی روک تھا جس سے عبور کرنا ناممکن تھا اور بادشاہی شہر کے اناج کے کھاتہ کو رومی سلطنتیں استقلال سے بچا لیتی تھیں - امیرالمؤمنین نے اپنے تئیں اتفاق یا اپنے خیال میں خدا کے فیصلہ پر چھوڑ دیا - شجاع عمرؓ اپنے مقام غزہ سے چار ہزار عربوں کو ساتھ لے روانہ ہوئے - اثنائے راہ میں حضرت عمرؓ کے قاصد نے انہیں آلیا - خلیفہؓ کے مبہم فرمان میں یہ لکھا ہوا تھا " اگر تم ابھی ملک شام میں ہو - تو

بقیہ نوٹ - ہیں - اور آپ نے شام و مصر کو فتح کیا ہے - عمروؓ نے فرمایا - تو نے ان میں سے افضل کو تو چھوڑ دیا یعنے اسبات کی گواہی کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں - میں تین حالتوں میں رہا ہوں - اول اول تو میں کافر تھا اور لوگوں کی نسبت میں رسول اللہ صلعم کا سخت دشمن تھا - پس اگر میں اُسوقت مرجاتا - مجھ پر نار جہنم واجب ہوتی - پھر جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے بیعت کی تو میں رسول اللہ سے اور لوگوں کی نسبت زیادہ حیا کرتا تھا پس اگر میں اُسوقت مرجاتا - تو لوگ کہتے عمروؓ کے لیئے مبارک ہو - ہو اسلام لایا اور حق پر تھا - اور فوت ہو گیا پس اس کے لیئے بہشت کی امید کی جاتی ہے - پھر مجھے سلطنت اور رفعت حاصل ہو گئی - پس میں نہیں جانتا مجھے عذاب ہوگا یا ثواب - جس وقت میں وفات پاؤں کوئی عورت مجھ پر نہ روئے اور نہ کوئی نوحہ کرنے والی اور نہ آگ میرے پیچھے آئے - اور میرا ازار باندھ دینا - کیونکہ میں مخاصمہ کرنے والا ہوں اور تمام اطراف سے مجھ پر مٹی ڈالدینا - کیونکہ بائیں پہلو کی نسبت میرا دایاں پہلو مٹی کا زیادہ مستحق نہیں ہے - میری قبر میں لکڑی اور پتھر نہ رکھنا - جسوقت مجھے دفن کر دو تو میرے پاس اسقدر ٹھہرنا جتنی مدت میں اونٹ ذبح کیا اور کاٹا جاتا ہے - میں تم سے راحت پاؤنگا اور دیکھونگا کہ میرے خدا کے رسولوں کے کیا فرمان ہیں - ۱۲ - مترجم

بلا توقف لوٹ آؤ۔ لیکن اگر اس فرمان کے وارد ہونے سے پہلے تم سرحد مصر پر پہونچ گئے ہو تو دلیری سے آگے بڑھو۔ اور خدا اور اپنی بھائیوں کی مدد پر بھروسہ رکھو۔ عمرؓو بن العاص کو تجربہ یا شاید اپنی عقل پنہاں سے درباریوں کی رائے میں عدم قیام کا خیال کرنا آگیا تھا۔ اُنہوں نے دم نہ لیا یہاں تک کہ اُن کے خیمے بے روک ٹوک مصر کی زمین میں لگائے گئے۔ وہاں اُنہوں نے اپنی فوج کے افسروں کو جمع کیا۔ مہر کو توڑ ڈالا۔ خلیفہ کے فرمان کو پڑھا۔ اور سنجیدگی سے اُس جگہہ کا وقوع اور نام دریافت کیا۔ اور فرمایا کہ میں امیر المومنین کی اطاعت کے لیئے تیار ہوں۔ تیس۳۰ دن کے محاصرہ کے بعد اُنہوں نے شہر فرما پر تصرف کر لیا۔ اور اس کلید مصر سے جو فرما کا صحیح نام ہے القاہرہ کے گرد و نواح اور شہر عین الشمس کے کھنڈرات تک ملک کا دروازہ کھل گیا۔

شہر منف۔ بابل اور القاہرہ کا بیان

دو آبہ نیل کے جنوب اور مخروطی میناروں کے مشرق کی طرف تھوڑے سے فاصلہ پر دریائے نیل کے غربی کنارے شہر منف جس کا دورہ پوسنے اُنیس۱۹ میل کا تھا شاہان قدیم کی شان و شوکت کی یادگار تھا۔ بطالسہ اور قیاصرہ کے عہد حکومت میں پایہ تخت ساحل پر بدل دیا گیا۔ اسکندریہ کی دولت اور حرفتوں کی وجہ سے اس قدیمی دار الخلافہ کی شہرت جاتی رہی۔ محل شاہی اور مندر بھی برباد و بے آباد ہو گئے۔ مگر تاہم اغسطس اور نیز قسطنطین کے عہد میں شہر منف اب تک صوبہ کے بڑے بڑے آباد شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ اس جگہہ پر دریائے نیل کے دونوں کنارے جن میں تین ہزار فیٹ کا فاصلہ تھا ساٹھ۶۰ اور تیس کشتیوں کے دو پلوں سے وسط میں ایک چھوٹے سے جزیرہ رودا کے ذریعہ سے باہم ملے ہوئے تھے جس میں بہت سے باغ اور مکانات تھے۔ پل کی شرقی

پر قصبہ بابل اور رومی فوج کا کیمپ تھا۔ جو مصر کے دوسرے دار الخلافہ اور رود باکی گذرگاہ کی حفاظت کے لیئے تھا۔ اِس مشہور و معروف قلعہ کا جسے شہر منف یا مصر کا بیشک ایک حصہ سمجھنا چاہیئے خلیفہ عمرؓ کے سپہ سالار نے محاصرہ کر لیا۔ فوراً چار ہزار مسلمانوں کی کمک عمرو بن العاصؓ کے لشکر میں آ پہنچی۔ اور وہ مجانیق جو دیواروں کو توڑتے تھے اُن کے شامی مددگاروں نے بنائی تھی۔ مگر تاہم سات مہینہ تک یہ محاصرہ رہا۔ اور دلیر حملہ آور دریائے نیل کی طغیانی میں گھر کر خوف زدہ ہو گئے۔ انکا آخری حملہ دلیری اور کامیابی سے ہوا۔ اُنہوں نے خندق کو عبور کیا۔ جو لوہے کی سلاخوں سے مستحکم تھی۔ دیوار پر چڑھنے کے لیئے زینہ لگائے۔ اور اللہ اکبر کا نعرہ مارتے ہوئے قلعہ میں داخل ہوئے۔ اور باقی یونانی سپاہ کو ان کی کشتیوں اور جزیرہ روڈا کی طرف نکال دیا۔ اسکے بعد یہ جگہ جزیرہ نمائے عرب اور خلیج عرب کے ساتھ آمد و رفت کی سہولیت کی وجہ سے فاتح کو پسند آئی۔ شہر منف کے کھنڈرات بے آباد ہو گئے عربوں کے خیمے دائمی مسکن بن گئے۔ اور سب سے پہلی مسجد جامع جو عمروؓ کے نام سے مشہور ہے محمد صلعم کے اسی اصحاب کی تشریف آوری سے متبرک ہو گئی۔ دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر انکی لشکر گاہ میں ایک نیا شہر یعنی فسطاط بنگیا اور فسطاط اور بابل اپنی موجودہ تباہی کی حالت میں غلطی سے مصر العتیق یا القاہرہ سمجھے جاتے ہیں۔ مگر فی الحقیقت یہ القاہرہ کے قریب ہوا ہیں۔ لیکن القاہرہ (یعنی فتح کا شہر) زیادہ ٹھیک طور سے موجودہ دار الخلافہ سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کو دسویں صدی میں فاطمی خلفا نے بنایا تھا۔ یہ شہر آہستہ آہستہ دریا سے دور ہوتا چلا گیا ہے۔ لیکن رومسس[۱] ثانی کے عہد سے لیکر صلاح الدین کی یادگاروں تک بنظر غور دیکھنے سے عمارات کے متواتر سلسلہ کا پتہ لگ سکتا ہے۔

---

[۱] یہ بادشاہ تقریباً تیرہ سو چالیس برس قبل مسیح مصر میں تخت نشین ہوا تھا۔ مترجم۔

قبطیوں کا مغلوب ہونا

اگر عربوں کو اس ملک کے درمیان ایک طاقتور مدد نہ ملتی۔ تو وہ ایک جلیل فایدہ مندہم کے بعد بھی بالضرور اپنے جنگل کو واپس آجاتے۔ سکندر اعظم کی جلد فتح کو باشندوں کی بغاوت اور تعصب سے تقویت پہنچی تھی۔ وہ فارس کے ظالم مجوسی حاکموں سے متنفر تھے۔ جنہوں نے مصر کے مندروں کو جلا دیا تھا۔ اور اپس[1] دیوتا کے متبرک گوشت کو چرا کر کھا گئے تھے۔ دس صدیوں کے بعد پھر بھی بغاوت ایک ایسی جہہ سے برپا ہوئی اور غیر معلوم عقیدہ کی تائید میں قبطی عیسائیوں کا جوش ویسے ہی ابھرا ہوا تھا۔ میں منوفسائٹ[2] متجسد طبع واحد اختلاف عروج واصل اور شہنشاہوں کے اُس کشت وخون کو بیان کر چکا ہوں جنہوں نے ایک فرقہ کو قدیم دیا تھا۔ اور لیٹے مذہب اور حکومت سے مصریوں کو متنفر کر دیا تھا اسلیئے مصریوں نے مسلمانوں کی جرح یعقوبہ

---

[1] اپیس ایک ساند تھا جسے زمانہ قدیم کے مصری لوگ دیوتا سمجھ کر پوجتے تھے۔ اور یہ خیال کرتے تھے کہ اسیرس دیوتا نے ساند کی شکل میں جنم لیا ہے۔ شہر منف میں اس کے لیئے ایک شاندار عمارت بنی ہوئی تھی جس میں بہت سے کمرے اور دالان اس کی گشت کے لیے تھے۔ اس ساند کو پچیس برس سے زیادہ زندہ نہیں رہنے دیتے تھے۔ جب مدت مذکورہ پوری ہو جاتی تھی۔ تو خود اسا قفہ خفیہ طور سے اُسے مار ڈالتے تھے۔ ایک مقدس کنوئیں میں اُسے پھینک دیتے تھے۔ تب ایک اور ساند پکڑ لاتے تھے جسکے بدن پر نشانات مقصودہ (سیاہ رنگ پیشانی پر مثلثی سفید ٹیکا۔ دائیں پہلو پر ایک سفید تل بشکل ہلال وغیرہ وغیرہ) ہوتے تھے۔ اس ساند کی سالگرہ بڑی دھوم دھام ہوتی تھی۔ اور اس کی موت پر تمام لوگ ماتم کیا کرتے تھے۔ اس ساند کی حرکات سکنات سے لوگ فال بھی لیا

[2] منوفسائٹ وہ نصاری ہیں جو ڈیوس کورس اسقف اعظم سکندریہ کے پیرو ہیں۔ ان کا اعتقاد حضرت عیسیٰ کی نسبت یہ ہے کہ الوہیت اور انسانیت ملکر ایک طبع متجسد بن گئی تھی۔ فرقہ یعقوبیہ جو یعقوب البردعالی اسقف اعظم قسطنطنیہ کے ہم عصر ہیں انکا بھی یہی اعتقاد ہے۔ ۱۲۔ مترجم عفی عنہ

کے آزاد کرنے والے سمجھکر اپنے ہاں پناہ دی۔ اور شہر منف کے محاصرہ میں فاتح لشکر اور حبشی
غلاموں کی ایک قوم کے درمیان ایک خفیہ محکم عہدنامہ ہوا۔ ایک دولتمند شریف مصری
مقوقس نام نے اپنے صوبہ کی حکومت حاصل کرنے کے لیئے اپنے اصلی عقیدہ کو چھپا رکھا
تھا (مقوقس اصل میں چرچ یعقوبیہ کا پیرو تھا ۱۲ مترجم) جنگ فارس کی ابتری کے دنوں میں
اس نے مطلق العنان ہونے کی کوشش کی تھی۔ سفارت محمد صلعم نے اسے شہزادوں میں
شمار کیا تھا۔ لیکن مقوقس نے ایک نئے مذہب (اسلام) کے قبول کرنے سے انکار کیا اور
اور آنحضرت کی خدمت میں بہم مدارات و تحایف روانہ کیئے۔ عہد شکنی کی وجہ سے اسے ہرقل
کے غصہ کا سامنا کرنا پڑا۔ تکبر اور خوف کے سبب اُسکے مغلوب ہونے میں تاخیر ہوئی۔ اور آخر
دل نے اپنا مطلب حاصل کرنے کے لیئے اُسے اس بات پر برانگیختہ کیا کہ اپنے تئیں
قوم اور مسلمانوں کی مدد پر چھوڑ دے۔ عمرو بن العاص کے ساتھ اول اول گفتگو میں وہ یہ
سنکر غصہ نہ ہوا کہ قرآن جزیہ یا تلوار میں جسے چاہیئے اختیار کرلے۔ بلکہ یہ
جواب دیا "یونانی لوگ تلوار کے فیصلہ پر رضامند ہیں۔ لیکن میں دونوں جہان میں یونانیوں
کے ساتھ راہ و رسم رکھنا نہیں چاہتا۔ اور میں ہمیشہ کے لیئے قسطنطنیہ کے اُس ظالم (ہرقل)
قصبہ چلسیدن کی مجمع علماء نصاریٰ اور ہرقل کے عمالقی غلاموں کو مرتد سمجھکر انکا ساتھ چھوڑتا
ہوں۔ میں اور میرے بھائی مسیح کی وحدانیت اور انجیل کے ایمان پر جان دینے کے لیئے
مستعد ہیں۔ تمہارے پیغمبر کی آسمانی کتاب پر ایمان لانا ہمارے لیئے ناممکن ہے۔ لیکن
ہم امن چاہتے ہیں اور خلفا کی اطاعت اور جزیہ قبول کرنے پر خوش ہیں"۔ ہر ایک عیسائی
پر دو دینار جزیہ لگایا گیا۔ لیکن بوڑھے آدمیوں راہبوں۔ عورتوں اور سولہ سال سے کم
لڑکے لڑکیوں کو یہ جزیہ معاف تھا۔ سواد منف کے قبطیوں نے خلیفہ کی اطاعت کے لیئے

قسم کھائی۔ اور اپنے ملک میں مسلمان مسافر کی تین روز تک مہمان نوازی کرنے کا وعدہ کیا
اس طرح کی حفاظت سے قوم عمالقہ کا مذہبی اور ملکی نظام جاتا رہا۔ سینٹ سِرل[1] کی لعنت و کفر کے
فتوے ہر ایک منبر پر پڑھے جاتے تھے۔ اور متبرک مکانات مع میراث گرجا کے پھر فرقہ یعقوبیہ
کے قومی مجمع کے حوالے کئے گئے۔ جنہوں نے فتح اور بدلہ لینے کے وقت اظہارِ خوشی میں
تعدی کی۔ عمرؓ کی ضروری اطلاع کے وقت اُنکا اسقفِ اعظم بنجمن اپنے جنگل سے نکلا۔
اور پہلے ملاقات کے بعد خلیق عربؓ نے ظاہرا یہ بیان کیا کہ میں نے اس سے زیادہ معزز اور
بے آزار کوئی عیسائی پادری نہیں دیکھا۔ شہر منف سے سکندریہ کی طرف کوچ کرنے
میں خلیفہ عمرؓ کی سپہ سالار نے اپنے امن و حفاظت کو اہل مصر کے احسان و جوش پر چھوڑا۔
سڑکیں اور پل اچھی طرح مرمت کئے گئے۔ اور اس سفر میں انکو قدم قدم پر رسد اور خبر مل
سکتی تھی۔ مصر کے یونانی عیسائی جو باشندوں کا عشر عشیر بھی نہ تھے بغاوت عام سے مغلوب
ہو گئے۔ لوگ ہمیشہ اُن سے نفرت کرتے تھے۔ اور اب اُن سے وڑتے بھی نہ تھے مجسٹریٹ
اپنے مسند انصاف اور اسقفِ اعظم اپنی قربان گاہ چھوڑ کر بھاگا۔ اور محاصرین نے بعید اہل
قلعہ کو بے خبر جا لیا۔ یا محاصرہ کر کے اُنکو فاقہ کشی میں مبتلا کیا۔ اگر دریائے نیل اُنکے سمندر
کی طرف بھاگ جانے کا سہل و آسان طریقہ نہ بنتا۔ تو ایسا ایک شخص بھی نہ بچتا جسکا تعلق۔
پیدائش۔ زبان۔ عہدہ یا مذہب کی رو سے اُنکے ناپاک و نجس نام کے ساتھ تھا۔

[1] سینٹ سِرل۔ (سنہ ۴۱۲ع سے سنہ ۴۴۴ع تک) سکندریہ کا پُرجوش جنگجو اسقف اعظم تھا۔ اس نے نسطوری چرچ بند کروا دئے۔ اور ان کے خزانے لوٹ لیے تھے۔ اور چالیس ہزار یہودیوں کو صرف اس وجہ سے ملک سے نکال دیا کہ انہوں نے نصاریٰ سے بدسلوکی کی۔ مگر آخری عمر میں اُسکا یہ جوش ڈھیلا پڑ گیا۔ اور نسطوریہ فرقہ کے برخلاف مختصر کتابیں لکھنی پر قناعت کی۔ اس کی بہت سی تصانیف پُرجوش عبارت میں لکھی ہوئی اب بھی موجود ہیں ۱۲ مترجم

محاصرہ شہر سکندریہ

شمالی مصر کے صوبجات سے یونانیوں کے بھاگ جانے سے بہت سی فوج دو آبہ نیل میں جمع ہوگئی۔ دریائے نیل کی رودباروں میں انکو مستحکم اور حفاظت پذیر جائے پناہ مل گئی۔ اور بابلیس روڈ کی شخصی یا مجموعی لڑائی کے بعد مسلمانوں کی فتح سے بڑی وقت سے سکندریہ کا رستہ کھل گیا۔ مسلمانوں کی فتوحات میں سے شاید سکندریہ کا محاصرہ سب سے زیادہ مشہور و دشوار گذار ہے۔ دنیا کے اس اول درجہ کے شہر میں معاش اور حفاظت کے ذریعے بکثرت تھے۔ ان کے باشندوں کی جانب کثیر اپنے سب عزیز حقوق یعنی مذہب و مال کے لیئے لڑتی۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ اہل شہر اپنی دشمنی کی وجہ سے امن و عزت کے نام سے محروم رکھے گئے تھے۔ سمندر کی راہ متواتر کھلی رہی تھی۔ اور اگر ہرقل کو لوگوں کی مصیبت معلوم ہو جاتی۔ تو وہ سلطنت کے دوسرے درجہ کے دار الخلافہ کو بچانے کے لیئے رومیوں اور جاہل وحشی لوگوں کی ایک بندرگاہ میں بھیج دیتا۔ دس میل کا دورہ یونانی فوجوں کو ہر اگست مدد کر دیتا۔ اور ایک چالاک دشمن کے مکر وحیلہ کو تقویت پہنچا دیتا۔ مگر مستطیل شہر کے دو بڑے ضلعے سمندر اور بحیرہ مریوط سے محفوظ تھے۔ اور باقی دو چھوٹے ضلعوں میں سے ہر ایک جنپر حملہ ہو سکتا تھا دس ذرائع سے زیادہ نہ تھا۔ عربوں کی کوششیں بھی اس مہم کی گرانمایگی اور دشواری کے مقابلہ میں کچھ کم نہ تھیں۔ پایہ تخت مدینہ سے حضرت عمرؓ کی آنکھیں اس شہر اور لشکرگاہ پر لگی ہوئی تھیں۔ ان کی آواز سے عرب کی قوموں اور شام کی جنگجو مردوں میں لڑائی کے لیئے جوش پیدا ہوگیا۔ اور یہ واجب الامر جہاد مصر کی عجیب شہرت اور زرخیزی کی وجہ سے مصلحت سمجھا گیا۔ وفادار قبطیوں نے جو اپنے ظالم یونانیوں کے ملک سے نکال دینے یا نیست و نابود کرنے کے درپے تھے اپنی خدمات کو عمرؓ کے لیئے مخصوص کیا۔ اور اپنے مددگاروں کو دیکھکر مسلمانوں کے دل

میں جوش کے شعلے پھر بھڑک اُٹھے۔ اور مقوقس کی خونخوار امیدوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ سکندریہ کے اسقف اعظم سینٹ جان کے گنبد میں اُسکا مقبرہ بنا۔ اسقف اعظم نیکیوس لکھتا ہے کہ مسلمان شیروں کی طرح بہادری سے لڑے۔ اُنھوں نے محصورین کے تقریباً روزمرّہ کے بار بار حملوں کی مزاحمت کی اور پھر بہت جلد شہر کے برجوں اور دیواروں کو ڈھا کر دیا۔ ہر ایک حملہ میں عمروؓ بن العاص کا جھنڈا اور تلوار مسلمانوں کے مقدمۃ الجیش میں چمکتے تھے۔ ایک قابل یادرو اُن کو اُن کی ناعاقبت اندیش دلیری نے دھوکا دیا۔ اُن کے ہمراہیوں کو جو قلعہ شہر میں ہو گئے عیسائیوں نے پسپا کر دیا۔ اور سپہ سالار مع اپنے ایک دوست اور ایک غلام کے انکے پنجہ میں گرفتار ہو گئے۔ جب عمروؓ بن العاص کو حاکم مصر کے پاس لے گئے۔ تو انکو اپنا پہلا جاہ و جلال تو یاد رہا۔ مگر اپنی موجودہ حالت کو بھول گئے۔ ان کی رفیع الشان وضع اور استوار گفتگو سے حاکم مصر کو معلوم ہو گیا کہ سپہ سالار یہی ہیں۔ اور ایک سپاہی نے اُس نڈر قیدی کا سر کاٹنے کے لیئے پہلے ہی سے تیر اُٹھایا ہوا تھا۔ ان کے غلام کے استقلال نے اِس طرح اُن کی جان بچا دی۔ کہ اُسنے فوراً اپنے آقا کے منہ پر ایک تھپڑ دیا۔ اور غضبناک ہو کر کہا کہ اپنے اعلیٰ افسر کے سامنے چپ رہ۔ سریع الاعتقاد یونانی دھوکے میں آگیا اور اُسے یقین ہو گیا کہ یہ صلح کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ اور ان قیدیوں کو اس امید پر چھوڑ دیا کہ مسلمان ان سے زیادہ معزز سفارت بھیجیں گے۔ اتنے میں مسلمانوں کے لشکر سے سپہ سالار کے پہنچنے پر خوشی کے نعرے بلند ہوئے۔ اور کافر اپنی بیوقوفی سے ذلیل ہوئے۔ آخر کار چودہ مہینہ کے محاصرہ کے بعد مسلمان غالب آئے اور تیئس ۲۳ ہزار شہید ہوئے۔ یونانیوں نے اپنی حواس باختہ قلیل جماعت کو کشتیوں پر سوار کر دیا۔ اور محمدی جھنڈا مصر کے دارالخلافہ کی دیواروں پر لہرانے لگا۔ عمروؓ نے خلیفہ کی خدمت میں لکھا "میں نے مغرب کے بڑے شہر کو فتح کر لیا ہے۔ اسکی

انواع و اقسام کی دولت اور خوبصورتی کو بیان کرنا ناممکن ہے۔ میں صرف اتنا بیان کرنے پر قناعت کرتا ہوں کہ اس میں چار ہزار محل شاہی۔ چار ہزار حمام۔ چار ہزار تماشہ گاہ سبزی فروخت کرنے کے لیے بارہ ہزار دکانیں۔ اور چالیس ہزار جزیہ دینے والے یہودی ہیں یہ شہر ہتھیاروں کے زور سے فتح ہوا ہے۔ کوئی عہد نامہ یا شرائط صلح نہیں ہوئیں۔ اور مسلمان اپنی فتح کے حصہ کا ثمرہ لینے کے لیئے جلدی کر رہے ہیں"۔ امیر المومنین نے بڑے زور سے انکو منع فرمایا۔ اور اپنے سپہ سالار کو ہدایت کی کہ سکندریہ کا خراج اور دولت فایدہ عام اور اشاعت اسلام کے لیئے رہنے دو۔ باشندوں کا شمار ہوا جزیہ لگایا گیا۔ فرقہ یعقوبیہ کے غضب سے بچا کر کو بادیا گیا۔ اور قوم عمالقہ کو جو عربوں کے مطیع ہو گئے تھے۔ امن سے خفیہ عبادت کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس پریشان محبوب واقعہ کی خبر سے شہنشاہ کی خراب صحت میں اور بھی فرق آگیا اور سکندریہ کی فتح کے تقریباً سات ہفتہ کے بعد ہرقل استسقا کی بیماری میں مر گیا اسکے نابالغ پوتے کے عہد میں لوگوں کے شور و غل نے جنکو روزمرہ کا کھانا بھی نصیب ہوتا تھا دربار قسطنطنیہ کو دار الخلافہ مصر کے چھوڑنے پر مجبور کیا۔ چار سال کے عرصہ میں سکندریہ کی فصیل اور بندرگاہ پر ایک رومی فوج اور جنگی بیڑے کا دو دفعہ تسلط ہو گیا تھا۔ مگر بہادر عمرو کو طرابلس اور نوبہ کی دور دراز لڑائیوں کو چھوڑ کر پھر اپنے مقبوضہ ملک کا انسداد کرنا پڑا۔ دونوں دفعہ ان کو نکال دیا۔ لیکن بار بار کی مزاحمت اور حملہ سے دق ہو کر انہوں نے قسم کھائی کہ اگر میں تیسری دفعہ کافروں کو دریا میں دھکیل دوں تو تمام اطراف سے سکندریہ کو ایک بازاری عورت کے گھر کی مانند قابل گذر بنا دوں گا۔ اپنے وعدے میں پورے نکلے۔ چند جگہ سے فصیل اور برج گرا دیئے۔ مگر شہر کی گوشمالی میں لوگوں کو بچالیا۔ اور جہاں اس فاتح سپہ سالار نے اپنی فوج کی تندی و غضب کو روک دیا تھا۔ وہاں مسجد الترحم بنائی گئی۔

کتب خانہ اسکندریہ

اگر میں کتب خانہ اسکندریہ کے حادثہ کو بیان کیے بغیر چھوڑ جاتا تو اس کتاب کے مطالعہ کرنے والے کی امید کو دھوکا دیتا۔ کیونکہ اسے عالم و فاضل ابو الفرج نے بیان کیا ہے۔ عمرو کی طبیعت اپنے بھائیوں کی نسبت زیادہ متجسس اور فیاض تھی۔ فرصت کے وقت عربی سپہ سالار نے امونیس کے آخری شاگرد جان (یحییٰ) کی گفتگو سے فائدہ اٹھایا جیسے صرف نحو اور فلسفہ کے مطالعہ میں بہت مشغول رہتا تھا۔ اسی وجہ سے اس نے فلاپونس خطاب پایا تھا۔ اس دوستانہ گفتگو سے بیباک ہو کر فلاپونس کو ایک انعام (یعنی کتب خانہ شاہی) کی درخواست کرنے کا خیال آیا۔ جو اسکے نزدیک بیش بہا اور وحشی مسلمانوں کی رائے میں حقیر تھا۔ شاہی میں سے صرف کتب خانہ ہی باقی تھا جسے فاتح نے اپنی مہر [illegible] کسی مطلب کے لیے مخصوص نہ کیا تھا۔ عمرو اس نحوی کی درخواست منظور کرنے کی طرف [illegible] مائل تھے۔ مگر ان کی سخت دیانت داری وسیاست کی مانع ہوئی کہ خلیفہ کی اجازت کے بغیر شاہی کا ایک ورق بھی کسی کے حوالہ کرے۔ اور حضرت عمرؓ نے یہ جواب [illegible] اگر یونانیوں کی یہ کتابیں کتاب اللہ (قرآن) کے موافق ہیں۔ تو وہ بے فائدہ ہیں۔ اور ان کے رکھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ اس کے خلاف ہیں تو مضر ہیں اور جلا دینی چاہیئیں [illegible] سمجھے کہ اس حکم کی تعمیل کی گئی کاغذ یا چمڑے کی جلدیں شہر کے چار ہزار حماموں میں تقسیم کی گئیں۔ اور ان کی کثرت [illegible] اس قدر تھی۔ کہ اس عزیز ایندھن کے جلنے کے لیے چھ مہینے بھی کافی نہ تھے۔ جب سے ابو الفرج کی کتاب الدول کا ترجمہ لاطینی زبان میں شائع ہوا ہے۔ یہی قصہ بار بار نقل کیا گیا ہے۔ اور ہر ایک عالم نے زاہدانہ غصہ سے زمانہ قدیم کی ذہانت اور علوم و فنون کی اس لاعلاج تباہی پر افسوس کیا ہے۔ مگر میرے پاس تو اس واقعہ اور اسکے نتائج سے انکار کرنے کے لیے بڑی بھاری

دلائل ہیں۔ یہ واقعہ درحقیقت عجیب ہے۔ خود مورخ نبی (ابوالفرج) کہتا ہے "اس واقعہ کو پڑھو اور تعجب کرو"۔ ایک اجنبی شخص (ابوالفرج) کی فقط مہمل خبر جس نے مدت کے حدود چھ سو برس کے بعد لکھا ہے اُن سچے قدیمی دو مورخوں کی خاموشی کے سامنے قابل اعتبار نہیں ہے۔ یہ دونوں مورخ عیسائی تھے۔ اور دونوں مصر کے رہنے والے تھے۔ اور ان سب میں سے قدیمی اسقف اعظم یوٹی کیوس نے سکندریہ کی فتح کا حال مفصل لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ کا سخت حکم مسلمان فقہا کے مسلم و محکم فتوے کے خلاف ہے۔ وہ اسے صاف صاف بیان کرتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کی مذہبی کتابیں جو لڑائی میں ہاتھ لگیں کبھی جلائی نہیں جا سکتیں۔ اور [illegible] علم۔ مورخین یا شعرا اور اطبا یا حکما کی کتابوں [illegible] سے مومنوں کو فائدہ پہنچانا شرعاً درست ہے شاید محمد صلعم کے پہلے خلفا کی طرف [illegible] تعصبانہ تباہی منسوب ہو سکتی ہے۔ مگر اس حادثہ میں آتش زدگی اسپیڈیس کی [illegible] سے [illegible] جس کتب خانہ سکندریہ کی تباہیوں یعنی اس قصہ [illegible] اختیار شعلہ کو جو قیصر نے اپنی [illegible] کے لیے روشن کیا تھا۔ یا ان عیسائی

۱؎ سکندریہ میں اس فرضی کتب خانہ سے پہلے تین کتب خانے [illegible] تباہ ہو چکے تھے۔

(۱) جب ۴۸ء قبل مسیح میں قیصر جولیس اپنے دشمن پامپے کے تعاقب میں سکندریہ پہنچا۔ تو بسبب [illegible] کے اسے وہاں ٹھہرنا پڑا چونکہ قیصر کے ساتھ جماعت قلیل تھی اسلئے ان کے حاکم اور سرکش باشندوں نے مغلوب کرنا چاہا۔ مورخ نائبہر Niebuhr اپنے لکچروں متعلقہ تاریخ روم میں اس حملہ کے بیان میں یوں لکھتے ہیں "اس وقت قیصر کے قبضہ میں محل شاہی تھا جہاں اسنے اپنے گرد خندق کھودی جیسا کہ Hirtius نے لکھا ہے [illegible] اور محل میں آگ لگا دی گئی [illegible]

(۲) جب ۲۷۳ء میں بادشاہ Aurelianus کے عہد میں [illegible] Bruchion [illegible]

کہ فتنہ انگیز متعصب کہ جنہوں نے اپنی کتابوں میں بت پرستی کی یادگاروں کو تباہ کرنا پڑھا تھا۔ دوبارہ بیان نہیں کرتا۔ لیکن اگر ہم اندلوفیوس کے زمانہ سے تا وقتیکہ سیوس کے عہد تک سے آہستہ

(بقیہ نوٹ) "اس مصیبت زدہ شہر اسکندریہ کے مختلف محلوں میں آمد و رفت بند ہو گئی۔ ہر ایک کوچہ خون آلودہ ہو گیا۔ ہر ایک مشہور عمارت ایک قلعہ بن گئی۔ یہ شورشیں نہ ختم ہوئیں یہاں تک کہ اسکندریہ کا ایک بڑا حصہ بالکل تباہ ہو گیا۔ ایک صدی سے زیادہ گزر جانے کے بعد ہم پڑھتے ہیں کہ فراخ دل عالیشان محلہ بروکین جو اپنے بادشاہی محل اور عجائب خانوں اور کتب خانوں کے جو سلاطین اور حکماء کے مسکن تھے اس وقت سے پیشتر ہی تباہ ہو کر اپنی موجودہ خوفناک حالت میں ہو گیا تھا"

(۲) جب ۳۹۱ء میں بادشاہ تھیوڈوسیس (Theodosius) کے عہد میں عیسائی اپنی مذہب کو مصر میں ظلم و تعدی سے پھیلانے لگے۔ تو تھیوفلس (Theophilus) اسقف سکندریہ نے بادشاہ کی اجازت سے سکندریہ میں تباہی اور بت شکنی شروع کر دی جس میں سکندریہ کی لائبریری بھی تباہ کر دی گئی۔ اس حادثہ کا بیان گبن نے اپنی تاریخ کے باب ۲۸ میں یوں درج کیا ہے "سکندریہ کا قیمتی کتب خانہ لٹ گیا یا تباہ کیا گیا اور اس سے تقریباً بیس برس کے بعد الماریوں کے خالی خانوں کو دیکھ کر ہر ایک ناظر جس کا دل مذہبی جوش سے بالکل سیاہ نہ تھا افسوس اور غصہ آتا تھا۔ قدیمی ذہانت کی تصانیف جن میں سے اکثر تباہ ہو گئیں بت پرستی کی تباہی سے یقیناً جدا کی جا سکتی تھیں۔ جو آئندہ نسلوں کے واسطے شغل اور عبرت و نصیحت ہوتی تھیں اور اسقف اعظم (تھاوفلس) کا جوش یا حرص صرف ان چیزوں پہ قبضہ کرنے سے پوری ہو جاتی جو اس کی فتح کا ثمرہ تھیں۔"

اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اس (۳۸۹ء) سے ۶۳۹ء تک یعنی اڑھائی سو سال کے عرصہ میں کسی حاکم وغیرہ نے کوئی اور کتب خانہ سکندریہ میں قائم کیا ہو۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ جب ۶۳۹ء میں عمرو بن العاصؓ نے مصر پر حملہ کیا۔ تو سکندریہ میں اسوقت کوئی کتب خانہ تھا۔ البتہ صرف اتنی ہے کہ چونکہ پہلے تین کتب خانوں کو خود عیسائیوں نے تباہ کیا تھا اس لیے وہ ہمیشہ اس بات کی فکر میں حیران تھے کہ کسی طرح یہ دھبہ ہمارے دامن سے دھویا جاوے۔ اس لیے جب عمروؓ نے سکندریہ کو فتح کیا تو اس وقت اس پہلی تباہی کو مسلمانوں کی طرف منسوب کرنے کا موقعہ مل گیا۔ اس الزام کو اول ہی اول یورپ میں شایع کرنے والا ایک عیسائی ابوالفرج تھا۔ مگر اسکے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ گبن ہی جسکی

آہستہ آہستہ پھر لگائی ہیں۔ تو متواتر ہمعصر شہادتوں سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ سراپیس دیوتا کے مندر اور محل شاہی میں چار یا سات لاکھ جلدیں جنہیں بطلیموس عالی شان نے جمع کیا تھا اتنے ہی

بقیہ حاشیہ۔ تاریخ کا میں ترجمہ کر رہا ہوں تمام مورخین میں سے پہلا شخص ہے جس نے تمام دنیا کو اس غلطی اور الزام سے متنبہ کر دیا۔ اور اس کی نزدیکی۔ ورنہ اس سے پہلے یورپ کے تمام مورخ جنہیں اپنی تاریخ کی صحت پر بڑا فخر ہے صحیح سمجھتے تھے ان تینوں مورخوں میں سے اول جب ہم مقریزی کے تاریخ کو دیکھتے ہیں۔ تو اس میں اسکندریہ کی لائبریری کا نام تک نہیں پاتے۔ جیسا کہ استادی مخدومی مولانا شبلی نعمانی نے اپنے رسالہ میں تحریر فرمایا ہے۔ فرانسیسی پروفیسر ڈےسی De. Sacy حاجی خلیفہ کی عبارت کو یوں نقل کرتا ہے "چونکہ اصول اسلام اچھی طرح لوگوں کے ذہن نشین نہ تھے۔ اس لیے یہ خطرہ تھا کہ مبادا یہ علوم لوگوں کے اعتقاد کو خراب کر دیں یہانتک کہ یہ مشہور ہے کہ کتابیں مختلف شہروں کے فتح میں ہاتھ لگتی تھیں جلائی جاتی تھیں" اس عبارت میں شہر اسکندریہ کا نام تک نہیں۔ کتب خانہ تو درکنار۔ حاجی مذکور نے صرف ایک عام ریمارک کر دیا ہے۔ باقی رہا عبداللطیف۔ ان کی عبارت یہ ہے "مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی دیوان ہے جس میں ارسطاطالیس اور اسکے بعد اسکے شاگرد سبق دیا کرتے تھے۔ اور یہاں وہ مدرسہ تھا جو سکندر نے شہر کی بنا کے وقت قائم کیا تھا۔ اور اسی میں وہ کتب خانہ تھا جسکو عمرو بن العاص نے خلیفہ عمر رض کے حکم سے جلا دیا تھا" اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ عبداللطیف نے سرسری طور ایک روایت کو بیان کر دیا ہے۔ اور اسکا مطلب کسی خاص صحیح امر کی نسبت شہادت دینا نہیں ہے۔ اس میں لطف یہ ہے کہ جو اسکندریہ کے کتب خانہ کی نسبت لکھا ہے صرف یہی جھوٹ نہیں بلکہ تمام واقعات جو اوپر کی عبارت میں مذکور ہیں غلط ہیں۔ کیونکہ نہ تو وہ ایوان ارسطاطالیس کی جائے سکونت تھا۔ اور نہ اس نے کبھی وہاں لیکچر دیا۔ یہ حال ہے بڑے بڑے انگریز مورخوں کا۔ جنہوں نے بڑے زور شور سے اس الزام کی تائید کی ہے۔ مگر بعد تحقیقات جو نتیجہ نکلا۔ ناظرین خود اسپر غور کر لیں۔ ۱۲ شعر

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا   جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نکلا۔   ۱۲ شمس

۴۰ اکثر انگریز مورخ ایسے ہیں جو علاوہ ابوالفرج کے ان تین مسلمان مورخوں یعنے مقریزی حاجی خلیفہ اور عبداللطیف کی سند لیتے ہیں۔ مگر اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ ان کی سند کہانتک ٹھیک ہے۔ *

تھیں۔ شاید کنیسہ اور اسافقہ کی مسندیں کتابوں کے ذخیرہ سے پر ہوگئی ہوں۔ لیکن اگر ایرین[1]
اور منوفساییٹ اختلاف کا یہ بڑا ذخیرہ واقعی شہر کے حماموں میں جلا یا گیا۔ ایک حکیم مسکرا کر یہ
مان سکتا ہے۔ کہ وہ آخر کار بنی نوع کے فایدہ ہی میں صرف ہوا۔ میں دل سے افسوس کرتا
ہوں کہ اس سے قیمتی کتب خانے رومی سلطنت کی تباہی میں شامل تھے۔ لیکن جب میں سنجیدہ
طور سے زمانوں کے گذرنے جہالت کے دور ہونے اور لڑائی کی مصائب کا مقابلہ کرتا ہوں
تو میں اپنے نقصانات کی نسبت زیادہ اپنے خزاین پر حیران ہوتا ہوں۔ بہت سے عجیب اور دلچسپ
اتفاقات فراموش ہوگئے ہیں۔ اور روم کے تین بڑے مورخوں کا حال ہم تک غیر مکمل حالت
میں پہنچا ہے۔ اور یونانیوں کی بہت سی دلچسپ ناٹک کی کتابیں غزلیں اور مثنویاں ضایع
ہوگئیں۔ تاہم ہمیں شکرگزاری سے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ زمانہ کے انقلابات نے ہمارے لیے
یونانی اور رومی مصنفوں کی عمدہ عمدہ تصانیف بچالی ہیں۔ جنکو متقدمین کی رائے نے فضیلت
اور شہرت کے لحاظ سے اول درجہ پر قرار دیا ہے۔ قدیم علوم کے استادوں نے جو ابتک
موجود ہیں متقدمین کی تصانیف کا مطالعہ اور باہمی مقابلہ کیا ہے۔ انصافاً یہ خیال نہیں
کیا جاسکتا کہ مشہور واقعہ یا تجربہ یا فنون کی کوئی مفید ایجاد زمانہ حال کی تجسس سے باقی رکھی گئی ہو۔

انتظام مصر

مصر کے انتظام میں عمرو بن العاص نے عدل اور حکمت عملی سے برابر کام لیا۔ اپنے مومنوں کے
فایدہ کو جنکا حامی خدا تھا اور نیز اپنے مددگاروں کے فایدہ کو جنھیں فاتح نے پناہ دی تھی مدنظر

[1] ایرین وہ نصاریٰ جو اریاس کے پیرو ہیں اریاس ۳۱۳ء میں سکندریہ کا قسیس مقرر ہوا تھا۔ اسکا عقیدہ مسیح کی نسبت یہ تھا
کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔ خدا نے انھیں پیدا کیا ہے اور اپنی مرضی سے الوہیت میں شامل کرلیا ہے۔ بیٹے کی ہستی
کا آغاز ہے مگر ان کی باپ یعنے خدا کا آغاز نہیں۔ منوفسایٹ کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ ۱۲ مترجم

رکھا۔ فتح اور رہائی کی موجودہ شورش میں قبطیوں کی زبان اور عربوں کی تلوار اس صوبہ
سے اس کی سب سے زیادہ مخالف تھی۔ عمرؓ نے قبطیوں کو یہ حکم دیا کہ فساد اور جھوٹ پر گہری
سزا ملے گی۔ اس طرح سے کہ میں اُن ملزموں کو سزا دونگا جنسے میں اپنے ذاتی دشمن
سمجھکر نفرت کرونگا۔ اور ان کے بیگناہ بھائیوں کو ترقی دونگا۔ جن کی بیخ کنی کرنے اور
نقصان پہنچانے کے لیئے ان حاسد ملزموں نے کوشش کی تھی۔ مسلمانوں کو بوامر
و عزت اس بات کی ترغیب دی کہ اپنی نیکنامی کو قایم رکھیں اور اعتدال اور انکسار
سے خدا اور خلیفہؓ کے عزیز بنیں۔ اور جنھوں نے مسلمانوں پر اعتماد کیا ہے انھیں مقتول
نکریں۔ بلکہ انکی حفاظت کریں۔ اور اپنی فتح کے جلیل ثمرہ پر قناعت کریں۔ خراج کے انتظام
میں انہوں نے جزیہ کے سادے مگر ظالمانہ طریقہ کو منظور نہ فرمایا۔ اور یہ پسند کیا کہ تمام خراج
کا ایک معقول حصہ زراعت اور تجارت کے خالص منافع سے علیحدہ کرلیا جائے۔ ایک
تہائی خراج پشتوں اور نہروں کی سالانہ مرمت کے لیئے مخصوص کیا جو رفاہ عام کے لیے بڑی
ضروری تھیں۔ اس انتظام کی وجہ سے مصر کی زرخیزی عربستان کی ویرانی کی مد
تھی۔ اور اناج اور رسد سے لدے ہوئے اونٹوں کی تقریباً لگاتار قطار شہر منف سے مدینہ
کی لمبی سڑک پر جایا کرتی تھی۔ لیکن عمرؓ نے اپنی فطانت سے جلد ہی اس بحری آمد و رفت کو
از سر نو جاری کر دیا جسکے لیئے فراعنہ بطالسہ یا قیاصرہ نے کوشش کی تھی۔ یا اس میں کامیابی
حاصل کرلی تھی۔ اور کم از کم اسی میل لمبی ایک نہر دریائے نیل سے بحیرۂ قلزم تک کھولی گئی
اندرونی جہازرانی جس سے بحیرہ روم اور بحر ہند ملجاتے جلد بیفایدہ اور خطرناک سمجھکر بند کر دی
گئی۔ اور مدینہ بدلکر دمشق کو پایہ تخت کر دیا۔ اور رومی جنگی بیڑے عربستان کے مقدس شہروں
کی طرف ایک راستہ دریافت کرلیتے۔

مصر کی آبادی اور پیداوار

خلیفہ عمرؓ کو قرآن کے قصوں اور لوگوں کے بیان سے اپنی نئی فتح کی پوری پوری واقفیت نہ تھی۔ اُنھوں نے اپنے سپہ سالار سے فرمایا کہ فراعنہ اور عمالقہ کی سلطنت کا حال لکھے۔ عمرو بن العاصؓ کے جواب سے اُس عجیب ملک کی ٹھیک ٹھیک ہوبہو تصویر ظاہر ہوتی ہے۔ (وہ جواب یہ ہے۔) "اے امیر المومنین ملکِ مصر سرخ ریت اور پتھریلی کنکروں کے درمیان خاک سیاہ اور سبز درختوں کا ایک مجموعہ ہے۔ اسوان سے سمندر تک سوار کے لیئے ایک مہینہ کا راستہ ہے۔ اس گھاٹی کے قریب ایک دریا بہتا ہے جس پر صبح و شام خدائے عز وجل کی برکت رہتی ہے۔ اور اس میں سورج اور چاند کی گردشوں سے مد و جزر پیدا ہوتا ہے جب خدا کی سالانہ اجازت سے وہ بند چشمے اور فوارے جاری ہوتے ہیں۔ جو زمین کو سیراب کرتے ہیں تو دریائے نیل کا اچھلتا اور شور کرتا ہوا پانی سلطنت مصر میں سے بہتا ہے مفید صحت بخش رو کھیتوں کو سیراب کرتی ہیں۔ گاؤں کی باہمی آمد و رفت منقش کشتیوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ طغیانی کے بعد زرخیز مٹی تہیں باقی رہجاتی ہیں جس میں مختلف تخم بوئے جاتے ہیں۔ گروہا گروہ کسان جن سے زمین تاریک و سیاہ ہوجاتی ہے مشغول چیونٹیوں کی جماعت کی مانند دکھائی دیتے ہیں۔ اور ان کی جبلی سستی کو پھل پھول کی بڑھتی زیادتی کی امید اور داروغہ کام کا تازیانہ دور کر دیتے ہیں۔ ان کی امید کو شاذ و نادر ہی دھوکا ملتا ہے۔ لیکن وہ دولت جو وہ گندم۔ جو۔ چاول۔ پھلیوں۔ پھل کے درختوں اور مویشیوں سے حاصل کرتے ہیں۔ کاشتکاروں اور زمینداروں کے درمیان برابر برابر تقسیم نہیں ہوتی۔ موسموں کے تغیر و تبدل کے موافق سطحِ زمین نقرئی لہر۔ سبز زمردی رنگ اور سنہری فصل کی شوخ زردی سے آراستہ ہوتی ہے۔ مگر تاہم بعض وقت اس ظاہر ترتیب

میں غرق پڑ جاتا ہے۔ اور فتح کے پہلے سال دریائے نیل کی بڑی تاخیر اور یکایک طغیانی ایک عبرت انگیز
قصہ کے لیئے کچھ ظاہر دلیل ہو سکتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک کنواری لڑکی کی سالانہ قربانی
کو پرہیزگار خلیفہ عمر رضہ نے منع کر دیا تھا۔ اور دریائے نیل اپنے پایاب رود بار میں بے حرکت
اور غضبناک پڑا رہا۔ یہان تک کہ فرمان خلیفہ اُس سطح دریا میں ڈالا گیا اور وہ ایک ہی
رات میں سولہ ہاتھ اوپر چڑھ آیا۔ اپنی فتوحات کے لیئے عربوں کی تعجب نے ان کی متخیلہ
طبیعت کی آزادی کو زیادہ کر دیا۔ ہم سب سے زیادہ معتبر مورخوں کی تاریخوں میں یہ لکھا پاتے
ہیں کہ مصر میں بیس ہزار شہر یا گانون آباد تھے۔ اور علاوہ عربوں اور یونانیوں کے صرف
قبطی یا جگذار رعایا شمار میں ساٹھ لاکھ تھی چھوٹے بڑے مرد و عورت دو کروڑ تھے۔ اور
تیس کروڑ درہم یا دینار بطور سالانہ خراج کے خلیفہ کے خزانے میں داخل کیئے جاتے تھے
ہماری عقل کو ان غیر ممکن امروں سے بیدار رہنا چاہیئے اگر ہم اس وسعت کو صحیح مانکر آباد
زمین کا رقبہ دریافت کریں تو صریحاً وہ غلط معلوم ہو جائیں گی۔ خط جدی سے شہر منف
تک ایک گھاٹی جسکا عرض بارہ میل سے زیادہ نہیں ہے۔ اور ہموار مثلثی ڈیلٹا (دوآبہ
نیل) جس کی وسعت دو ہزار ایکسو مربع فرسخ ہے یہ دونوں ملکر ملک فرانس کے رقبہ
کا بارھواں حصہ ہیں۔ اور اس سے زیادہ صحیح تحقیقات سے زیادہ معقول وسعت ثابت ہو
ہوگی۔ تین کروڑ دینار جو کاتب کی غلطی سے لکھے گئے ہیں (بعد تحقیقات کے) ۴۳ لاکھ دینار یا
رہجاتے ہیں جنمیں سے نو لاکھ سپاہیوں کی تنخواہ میں صرف ہوتے تھے۔ زمانہ حال اور
بارھویں صدی کی دو فہرستوں میں گانوں اور قصبات کی معقول تعداد صرف دو ہزار آٹھ
سو بیان کی گئی ہے۔ ایک فرانسیسی وکیل نے جو القاہرہ میں بہت مدت رہا ہے یہ بیان کیا ہے
کہ مصر کی کثیر مگر قابل یقین وسعت میں مسلمانوں۔ عیسائیوں اور یہودیوں کی آبادی چالیس لاکھ تھی

مسلمانوں کا افریقہ پر حملہ

دریائے نیل سے بحر اوقیانوس تک افریقہ کو فتح کرنے کی کوشش پہلے پہل حضرت عثمان رضؓ نے کی تھی - سرداران قوم اور صحابہ حضرت محمدؐ نے اس نیک ارادہ کو پسند فرمایا۔ اور بیس ہزار عربوں نے مع او عیبہ خیر و عطیات امیر المومنین مدینہ سے کوچ کیا - لشکرگاہ منف میں بیس ہزار عربوں کی کمک اس جماعت سے آملی - اور عبداللہ بن سعد ابن ابی سرح جو خلیفہ کے رضاعی بھائی تھے - اور اب مصر کے فاتح اور سپہ سالار (عمرو بن العاصؓ) کی جگہہ حاکم مقرر ہوئے تھے اس فوج کے سپہ سالار مقرر ہوئے - مگر خلیفہ کی عنایت اور انکے منظور نظر (عبداللہ) کی ذاتی لیاقت اسکے مرتد ہونے کے قصور کو نہیں مٹا سکتی تھی - تحریر میں اپنی مہارت اور اول اول مشرف باسلام ہونے سے عبداللہ (قبل فتح مکہ) قرآن شریف (وحی) کی نقل کرنے کے معزز عہدہ پر مامور ہوا تھا - مگر اُسنے دھوکا دیا - متن کو کہیں سبدل کردیا۔ اور اُن غلطیوں پر استہزا کیا جو اُسنے عمداً کی تھیں اسکے بعد وہ حضرت محمد صلعم کے فتوے[۱] سے بچنے - اور اُن کی لاعلمی کو ظاہر کرنے کے لیئے مکہ کی طرف (مرتد) ہو کر بھاگ گیا - فتح مکہ کے بعد وہ پیغمبر خدا کے پاؤں پر گر پڑا - اُس کے زار زار رونے اور حضرت عثمانؓ کی سفارش پر آپ نے کچھ دیر عالم سکوت میں رہکر اُسے معاف کردیا - لیکن آپ نے فرمایا کہ میں نے اتنی مدت اسلیئے تامل کیا کہ کوئی پرجوش مسلمان اس مرتد کو قتل کرکے بدلہ لے - جیح وفاداری اور کارگر لیاقت سے وہ اس مذہب کے خادم رہے جسے ترک کرنے میں اُنکا فایدہ نہ تھا - پیدایش اور لیاقت کے لحاظ سے وہ قریش میں معزز سمجھے جاتے تھے - اور ایک شہسوار قوم (عبداللہ) نے عربستان بھی سب سے زیادہ

[۱] فتح مکہ کے بعد آنحضرت نے چھ مردوں اور چار عورتوں کا خون ہدر کردیا تھا ان واجب القتل مردوں میں سے ایک یہی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھے - ۱۲ مترجم

دلیر کامل چابک سوار مشہور تھے۔ چالیس ہزار سوار لیکر وہ مصر سے مغرب کے نامعلوم ممالک
کی طرف بڑھے۔ برقہ کے ریگستان میں سے رومی فوج نہیں گذر سکتی تھی۔ مگر عربوں کے ساتھ
انکے وفادار اونٹ تھے۔ اور یہ صحرا کے رہنے والے آب و ہوا اور زمین کے نظارہ ناواقف
سے خوف زدہ نہوئے۔ ایک مصیبت ناک سفر کے بعد انہوں نے اپنے خیمے شہر طرابلس کی
دیواروں کے سامنے لگادیئے۔ اس بحری شہر میں جس کی وجہ سے اس صوبہ کا نام بھی
یہی ہے۔ تمام صوبہ کے باشندے اور مال و دولت آہستہ آہستہ جمع ہو گئے تھے۔ اور اب یہ
بربر کے صوبجات میں تیسرے درجہ پر ہے۔ عربوں نے ساحل سمندر پر یونانیوں کی ایک گارد
کو بے خبر حملہ کر کے قتل کر ڈالا۔ مگر طرابلس کے استحکام نے مسلمانوں کے [illegible] کو روک
دیا۔ اور وہ گریگری (Gregory) حاکم صوبہ کے پہنچنے پر ایک [illegible]
خطروں کے سبب محاصرہ اٹھا لینے پر آمادہ ہوئے۔ چونکہ انکے جھنڈے تلے ایک لاکھ بیس ہزار
آدمی تھے۔ اسلیئے سلطنت کی قواعد دان سپاہ اہل افریقہ اور حبشیوں کی [illegible]
گروہ میں معلوم بھی نہ ہوتی تھی۔ جو اس کے لشکر کی پشت پناہ بلکہ اسکا [illegible]
غصہ ہو کر قرآن یا جزیہ میں سے ایک کے اختیار کرنے سے انکار کیا۔ اور چند روز تک دونوں
فوجیں صبح سے دوپہر تک بڑی تندی سے لڑائی میں مصروف رہیں۔ یہاں تک کہ گرمی کی
شدت اور انکی تکان نے انھیں اپنی لشکرگاہوں میں پناہ اور آرام لینے پر مجبور کیا۔ کہتے ہیں
کہ گریگری کی بیٹی جو شجاعت اور خوبصورتی میں بے مثل تھی اپنے باپ کی جانب سے لڑتی تھی۔ بچپن
ہی سے اسنے گھوڑے پر سوار ہونا، کمان کھینچنا اور تلوار چلانا سیکھ لیا تھا۔ اور اسکے بازوؤں
اور لباس کی خوبصورتی لڑائی کی سب اگلی صفوں میں نظر آتی تھی۔ جو شخص مسلمانوں کے
سپہ سالار کا سر کاٹ لائے اسکے لیے یہ خوبصورت لڑکی اور ایک [illegible] انعام مقرر کئے تھے

افریقہ کے نوجوان اس شاندار انعام کی امید پر جوش میں آ گئے۔ اور اپنے بھائیوں کی تاکید کی التجا پر عبداللہ میدان جنگ سے واپس آئے۔ مگر بار بار ان بے نیل و ناکامیاب لڑائیوں اور اپنے سپہ سالار کی شکست سے عرب بیدل ہو گئے۔

حضرت زبیرؓ کی شجاعت اور عربوں کی فتح

ایک شریف عربی جو اس کے بعد حضرت علیؓ کا دشمن اور ایک خلیفہ کا والد ہو گیا تھا مصر میں اپنی شجاعت دکھائی تھی۔ اور حضرت زبیرؓ سب سے پہلے شخص تھے جنہوں نے بابل کی دیوار (فصیل پر چڑھنے کے لیے) زینہ لگایا تھا۔ جنگ افریقہ میں وہ عبداللہ کے جھنڈے سے علیحدہ تھے جب حضرت زبیرؓ کو لڑائی کی خبر پہنچی۔ بارہ اصحاب کو ساتھ لے انہوں نے یونانیوں کی لشکرگاہ میں سے اپنا راستہ لیا۔ اور اپنے بھائیوں کے خطرہ میں شریک ہونے کے لئے بے طعام و بے آرام آ گئے تھے۔ انہوں نے میدان جنگ کے چاروں طرف دیکھ کر کہا "ہمارا سپہ سالار کہاں ہے"؟ "اپنے خیمہ میں" "گیا خیمہ مسلمانوں کے سپہ سالار کی جگہ ہے" عبداللہؓ نے شرمندہ ہو کر اپنی حفاظت جان کی ضرورت اور اس انعام کو بیان کیا جو رومی حاکم نے مقرر کیا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا "کافروں کی فرومایہ کوشش کا جواب دو۔ لشکر میں منادی کرا دو کہ جو مسلمان گریگری کا سر کاٹ لائے گا۔ اسے گریگری کی مقیدہ بیٹی اور ایک لاکھ دینار انعام ملیں گے" مسلمانوں کے سپہ سالار نے اپنی تدبیر کی کارروائی کو حضرت زبیرؓ کی مرضی اور شجاعت پر چھوڑ دیا۔ جس سے کہ مدت کا تنازعہ فیہ پلہ مسلمانوں کی طرف جھک گیا چالاکی اور حیلے سے فوج کی کم تعداد کا تدارک کرنے کے لیئے ان کی فوج کا ایک حصہ اپنے خیموں میں پوشیدہ رہا۔ اور باقی فوج مدت تک دشمن کے ساتھ بے فائدہ لڑائی کرتی رہی یہاں تک کہ آفتاب سمت الراس پہ آ گیا۔ طرفین کی فوجیں تھک کر لوٹ آئیں۔ انہوں نے اپنے گھوڑوں

کی لگاموں اور زرہ کو اُتار دیا۔ اور مخالف فوجیں شام کے آرام اور دوسرے دن کے
حملے کے لیئے طیار ہوئیں۔ یا تیار ہوتی معلوم ہوتی تھیں۔ یکایک حملے کے لیئے نقارہ بجا۔ عربوں
کے لشکر گاہ سے نئے دلیر غازیوں کا گروہ نکلا۔ اور مومنوں کے نئے دستوں سے
ایک خبطی کو آسمان سے اُترتے ہوئے فرشتوں کا گروہ معلوم ہوتے تھے۔ یونانیوں اور
اہل افریقہ کی لمبی صف پر یکایک دھاوا کرکے غلبہ پایا۔ حضرت زبیرؓ نے اپنے ہاتھ سے گریگری
کو قتل کر ڈالا۔ اور اُس کی بیٹی کو جو بدلہ لینے اور موت کی تلاش میں تھی مسلمانوں نے گھیر لیا
اور گرفتار کر لیا۔ اور فراریوں نے اپنی تباہی میں قصبہ صفیتلہ کو بھی شامل کر لیا جسکی طرف
وہ عربوں کے نیزہ اور خنجر سے دوڑ کر بھاگے تھے۔ صفیتلا۔ کارتھیج یانہ کے جنوب کی طرف ایک
پچاس میل کے فاصلہ پر بنا ہوا تھا۔ ایک تھوڑی سی ڈھلوان میدان میں ایک ندی بہتی ہے
جہاں درخت سرو کے جھنڈ ہیں۔ ایک گنبد کے کھنڈرات ہیں جہاں فتح کی خوشی منائی
کی گئی تھی کارنتھی طرز عمارت کا ایک دالان اور تین ستون تھے جنہیں دیکھکر ایک
شخص رومیوں کی عظمت پر اب تک تعجب کرتا ہے۔ اس مالا مال شہر کی فتح کے بعد [illegible]
صوبہ اور وحشی لوگ تمام اطراف سے فاتح کے رحم کے ملتجی ہوئے۔ [illegible]
با اجابت اسلام کم ہوجاتا۔ لیکن نقصانات، تشکان۔ اور طاعون کے پھیلنے کی وجہ سے عرب کو
اسکا قدم اچھی طرح نہ جما۔ اور پندرہ مہینے کی لڑائی کے بعد مسلمان مع [illegible] کی دولت
غلاموں کو لیکر واپس آئے۔ خلیفہ عثمانؓ نے محصول افریقیہ کا اپنا پانچواں [illegible]
منظور نظر دوست (مروان بن الحکم ابوالفدا) کے ہاتھ پانچ لاکھ دینار کو بیچ ڈالا۔ مال
غنیمت کی اصلی تقسیم میں ہر ایک پیادہ سپاہی کو ایک ہزار اور سوار کو تین ہزار دینار
ہاتھ لگے۔ تو اس ناجائز معاملے سے سلطنت کا دو طرفی نقصان ہوا۔ یہ امید [illegible] تاریخی کا قائل

فتح کے نہایت ہی بیش بہا انعام کا مستحق ہوگا۔ یہانتک کہ حضرت زبیرؓ کو دیکھکر حاکم صوبہ کی بیٹی کی گریہ وزاری نے اُس شجاع سپاہی کی دلیری اور حیا کو ظاہر کردیا۔ یہ لڑکی قاتل گرگیر کے آگے بطور لونڈی کے پیش کی گئی۔ مگر اُس نے انکار کیا اور اطمینان سے جواب دیا۔ کہ میری تلوار اسلام کی خدمت کے لیئے مخصوص ہے اور میں اپنے عوض کے لیئے کوشش کرتا ہوں جو فانی خوبصورتی کے نازو ادا یا اس دنیاے فانی کی مال و دولت سے کہیں بڑھکر ہے۔ اسے اسکا دلخواہ انعام یہ ملا کہ اُسکے ہتھیاروں کی کامیابی کی عزیز خبر خلیفہ عثمانؓ کی خدمت میں بھیجی گئی۔ حضرت زبیرؓ کا دلچسپ حال سننے کے لیئے انصار۔ سردار۔ اور لوگ مدینہ کی مسجد میں جمع ہوئے اور چونکہ خطیب اپنی مشورت اور کارہاے نمایاں کیقدر بھول گیا۔ اس لیئے عربوں نے عبداللہؓ کے نام کو حضرت خالدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کے بہادر ناموں کے ساتھ شامل کردیا

عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ

مسلمانوں کے مغربی فتوحات تقریباً بیس سال تک ملتوی رہیں۔ یہانتک کہ انکے باہمی جھگڑے خاندان امیہ کے انتظام سے دور ہوگئے۔ اور خلیفہ معاویہؓ کو خود اہل افریقیہ نے بلایا۔ ہرقل کے جانشینوں کو اس جزیہ کے خبر دی گئی جسے قبول کرکے اُنہوں نے عربوں کے ساتھ صلح کرلی تھی۔ مگر بجاے اسکے کہ ان جانشینوں کو اُنپر رحم آتا اور ان کی مصیبت کو دور کرتے انہوں نے اسیقدر ایک اور خراج بطور معاوضہ یا جرمانہ کے لگا دیا۔ حکام قسطنطنیہ ان کی افلاس اور تباہی کی شکایت نہیں سنتے تھے۔ وہ اسقدر مایوس ہوگئے تھے کہ اُنہوں نے ایک آقا کی ماتحتی کو پسند کیا۔ اور بطریق کار تھیجانہ کی دست درازیوں نے جسے ملکی اور جنگی اختیار حاصل تھے رومی سلطنت کی بدعتیوں اور رومن کیتھولک کو ناراض کرکے اپنی ظالم حکام کے مذہب اور حکومت سے متنفر کردیا۔ معاویہؓ کی پہلے سپہ سالار نے خوب شہرت حاصل کی۔ ایک

واپس آنا پڑا۔ سب سے آخری واقعہ قومی مروت کی ایک مثال سے مشہور ہے۔ ایک عالی حوصلہ سردار (مہاجر دینار انصاری مترجم) جو عقبہ کی جگہ سپہ سالار بننا چاہتا تھا۔ مگر ناکامیاب رہا عربی سپہ سالار کے لشکر میں گرفتار ہو کر آیا۔ باغیوں کو اسکے شورش اور بدلہ لینے پر اعتماد تھا مگر اُسنے اُن کی اعانت سے نفرت کی اور اُنکے ارادوں کو ظاہر کر دیا۔ خطرہ کے وقت لشکر عقبہ رضہ نے اُس کی بیڑیاں کھول دیں اور اُس سے کہا کہ واپس چلے جایئے۔ مگر اُسنے اپنے مخالف کے جھنڈے تلے مرنے کو پسند کیا۔ دوستوں اور شہیدوں کی طرف بغلگیر ہو کر اُنہوں نے اپنی تلواریں نکالیں۔ اور میان توڑ ڈالے۔ اور استقلال سے لڑتے رہے یہانتک کہ وہ ایک دوسرے کے پہلو میں اپنے آخری مقتول ہموطن پر مردہ ہو کر گر پڑے۔ افریقیہ کے تیسرے سپہ سالار زہیر رضہ نے اپنے پہلے سپہ سالاروں کا بدلہ لیا۔ مگر یہ بھی اُنہیں کی طرح مقتول ہوئے۔ انہوں نے اہل افریقیہ کو بہت سی لڑائیوں میں مغلوب کیا۔ مگر اُنکو ایک طاقتور فوج نے مغلوب کر لیا۔ جو قسطنطنیہ سے کارتھیج کو چھڑانے کے لیئے بھیجی گئی تھی۔

بناءِ شہر قیروان

حبشیوں کی یہ عادت ہو گئی تھی کہ اپنے حملہ آوروں سے ملک غنیمت میں شریک ہو جانے تھے اور مذہب اسلام قبول کر لیتے تھے۔ اور جب مسلمان وہاں سے چلے آتے تھے یا جب اُنہیں شکست ہوتی تھی تو وہ پھر اپنی خودمختاری اور بت پرستی کی وحشیانہ حالت میں آجاتے تھے دور اندیش عقبہ رضہ نے یہ تجویز کی کہ افریقیہ کے وسط میں عربوں کی ایک بستی بنائی جو ایک قلعہ تھی جس سے وحشیوں کی بیہودگی و سرکشی کا علاج ہو سکتا تھا۔ اور یہ جائے پناہ بھی تھی جس سے واقعات جنگ میں مسلمانوں کے مال و دولت اور اہل و عیال محفوظ رہتے تھے سنہ ۵۰ھ میں عقبہ نے اسی غرض کے لیئے اس بستی کو کاروان[1] کے نام سے آباد کیا

---

[1] لطائف اور منتخب ابن الکلبیہ کہ قیروان معرب کاروان ہے۔ ۱۲ مترجم

قیروان اپنی موجودہ تباہی کی حالت میں بھی سلطنت تیونس کا دوسرے درجہ کا شہر ہے جس سے تقریبا پچاس میل کے فاصلہ پر یہ جنوب کی طرف واقع ہے۔ چونکہ اسکا از روئی وقوع سمندر سے ۷۰ میل مغرب کی طرف ہے۔ اس لیے یہ شہر یونانیوں اور اہل صقلیہ کے جنگی بیڑوں سے محفوظ ہے۔ جب ویرانوں اور سانپوں کی بیخ کنی کی گئی۔ اور درخت وغیرہ کٹوا دیے گئے۔ تو ایک چٹیل میدان میں ایک رومی قصبہ کے نشانات معلوم ہوئے۔ قیروان میں سبز ترکاری باہر سے آتی ہے۔ اور چشموں کی قلت کی وجہ سے باشندوں کو پینے کے پانی کی ایک غیر معین مقدار تالابوں اور حوضوں میں جمع کر لینی پڑتی ہے۔ عقبہ کی محنت سے فصیلیں دراز ہو گئیں۔ انہوں نے تین ہزار چھ سو قدموں کا ایک احاطہ گھیرا جس کے گرد اینٹوں کی ایک دیوار بنوا دی۔ پانچ سال کے عرصہ میں سپہ سالار کے محل کے گرد بہت سے پرائیویٹ مکانات بن گئے۔ ایک وسیع مسجد سفید کنکرے پتھر، سنگ سماق۔ اور نومیدیا کے سنگ مرمر کے پانچ سو ستونوں پر قایم تھے۔ اور قیروان دار الخلافہ اور دار العلوم بن گیا لیکن یہ شان و شوکت اسے آخری زمانہ میں حاصل ہوئی۔ نئی بستی عقبہؓ اور زبیرؓ کی پے در پے شکستوں سے ڈگمگا گئی۔ اور مغربی مہمات عربوں کی سلطنت شاہی کی خانہ جنگی کی وجہ سے بند ہو گئیں۔ شجاع زبیرؓ کے بیٹے عبد اللہؓ نے بارہ برس کی لڑائی کو قایم رکھا اور خاندان امیہ کے برخلاف سات مہینے جنگ کر کے ۷۳ھ میں مقتول ہوئے کہتے ہیں عبد اللہ میں شیر کی تندی اور لومڑی کی چالاکی دونوں پائی جاتی تھیں۔ اگرچہ ان میں اپنے باپ کی شجاعت تو تھی مگر باپ کی طرح ان کی طبیعت فیاض نہ تھی۔

کارتھجانہ کی فتح

جب ملک میں کچھ امن ہو گیا تو خلیفہ عبد الملک بن مروان نے افریقیہ کی فتح کا پھر بیڑا اٹھایا

جھنڈا حسن حاکم مصر کے حوالہ ہوا - اور اس ملک کا خراج اور چالیس ہزار آدمیوں کی ایک
فوج اس مشہور و معروف مہم کے لیئے مخصوص کیئے گئے - لڑائی کے انقلابات میں اندرونی
صوبجات کبھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلجاتے - اور کبھی پھر قبضہ میں آجاتے تھے - مگر ساحل
سمندر اب تک یونانیوں کے قبضہ میں تھا - حسن سے پہلے سپہ سالاروں نے کارتھیج
کے استحکام و نام کی تعریف کی تھی - اسکو بچانے والوں کی تعداد کو یوٹنس اور کابس سے
فراریوں سے تقویت پہنچ گئی - حسن کے ہتھیار زیادہ بیباک و کامیاب تھے - انہوں نے
افریقہ کے دار الخلافہ کو فتح کر کے لوٹ لیا - اور (فصیل پر چڑھنے کے لیئے) زینہ کے بیان
اس خیال کی تائید ہوتی ہے - کہ حسن نے دفعتہً دھاوے سے ایک زیادہ دشوار یا تا
محاصرہ کی امید کی تھی - مگر جلد فاتحین کی خوشی عیسائیوں کی کمک کو دیکھکر منغص ہوگئی -
حاکم و سردار جان نے جو ایک تجربہ کار اور مشہور و معروف سپہ سالار تھا مشرقی رومی سلطنت
کی فوجوں کو قسطنطنیہ سے جہاز پر سوار کر دیا - جن میں صقلیہ کے سپاہی اور جہاز آ ملے
شاہ اندلس کی مذہب و خوف کی وجہ سے اہل گاتھیا کی ایک زبردست کمک بھی
ہو گئی تھی - جنگی بیڑے کی طاقت نے اس سلسلہ کو توڑ ڈالا جس سے بندرگاہ کا درہ
محفوظ تھا - عرب قیروان یا طرابلس کو واپس چلے گئے عیسائی خشکی پر اترے - اہل
نے صلیب کے جھنڈے کو مبارکباد کہی - اور موسم زمستان فتح یا رہائی کی امید ہی
بسر ہوگئی - مگر افریقہ بیچارگی میں ہاتھ سے جاتا رہا - امیر المومنین نے غصہ اور جوش
آئندہ موسم بہار میں خشکی اور تری کے راستے سے پہلے سے زیادہ سپاہ طیار کی - اور اس
دفعہ عیسائیوں کے امیر کو مستحکم کارتھیانہ کو چھوڑنا پڑا - اتیکا کے گرد و نواح میں دوسری
لڑائی واقع ہوئی جس میں یونانیوں اور اہل گاتھیا کو پھر شکست ہوئی اور سر وقت جہاز پر سو

ہو جانے سے وہ حسنؓ کی تلوار سے بچ گئے۔ جس نے ان کے کمپو کی نازک و ناقص فصیل کا محاصرہ کر لیا تھا۔ جو حصہ کارتھیجانہ کا اب تک باقی تھا اُسے آگ لگا دی گئی۔ اور ڈڈو (Dido) اور قیصر کی یہ بستی دو سو برس سے زیادہ بے آباد پڑی رہی۔ یہانتک کہ پہلے فاطمی خلفا نے قدیمی دورہ کی ایک حصہ کو جو شاید بیسواں حصہ ہوگا پھر آباد کروا دیا۔ سولہویں صدی کے شروع میں مغرب کے ورسکر دار الخلافہ میں ایک مسجد۔ ایک کالج جس میں کوئی طالب علم نہ تھا۔ چھبیس یا بائیس دوکانیں اور پانچ سو کسانوں کی جھونپڑیاں تھیں۔ جو اپنے ذلیل افلاس کی حالت میں قدیم کارتھیجانہ کے وزیروں کا غرور ظاہر کرتے تھے۔ اس چھوٹے سے گانو کو بھی اہل ہسپانیہ نے تباہ کر دیا جنہیں چارلس پنجم نے گولیٹا کے قلعہ میں مقرر کیا تھا۔ کارتھیجانہ کے کھنڈرات ناپدید ہو گئی ہیں۔ اور اگر ایک سڑک کی ٹوٹی پھوٹی محرابیں متجسس سیاح کے قدموں کی رہبری نکریں تو کارتھیجانہ کے کھنڈرات کا پتہ نہیں لگ سکتا

افریقہ کی آخری فتح

…نی ملک سے نکال دیے گئے۔ گرو… ملک کے مالک نہ بنے تھے۔ اندرونی صوبجات

…ڈو جسے الیسا بھی کہتے ہیں حاکم صور کی بیٹی تھی۔ کہتے ہیں کہ اُس کے بھائی نے اُسکے خاوند کو … کے مال و دولت کے لیے قتل کر ڈالا تھا۔ اسلیے وہ کچھ خدمتگاروں کو ساتھ لے جہاز میں سوار ہو جسزیرہ … میں سے ہوتی ہوئی افریقہ خاص میں صوبہ یوٹیکا کے نزدیک پہنچی جہاں باشندوں نے انکا اکرام کیا۔ اور انھیں ملک میں رہنے کے لیے بلایا۔ اور اہل افریقہ سے دھوکے سے زمین لیکر یہ شہر آباد کیا اور الیسا نے اس میں ایک قلعہ بنا لیا۔ جب اس شہر کو ترقی ہوئی۔ تو جرباس نامی ایک شہزادے نے الیسا کے پاس شادی کا پیغام بھیجا جس پر الیسا چتہ میں بیٹھکر جل گئی۔ مگر اسے شہزادے کے ساتھ شادی پسند نہ کی۔ مترجم۔

میں حبشی اور وحشی لوگ جو پہلے قیاصرہ کے عہد میں بہت کمزور اور سلاطین قسطنطنیہ کے
لیئے بڑی خوفناک تھی۔ حضرت محمد صلعم کے جانشینوں کے مذہب و طاقت کا بے ترتیبی
سے مقابلہ کرتے رہے۔ اپنی ملکہ کاہنہ کے جھنڈے تلے خود مختار اقوام نے کسی قدر تہذیب
اور اتحاد حاصل کر لیا تھا۔ چونکہ حبشی اپنی عورتوں میں نسبتہ عورت کی خصلت سمجھکر ان کی تعظیم
کرتے تھے۔ اس لیے اُنہوں نے مسلمانوں پر ویسے ہی جوش سے حملہ کیا۔ حسن کا تجربہ کار
لشکر افریقیہ کے بچانے کے لیے کافی نہ تھا۔ وہ فتوحات جو سالوں میں ہوئی تھیں ایک ہی
دن میں خاک میں مل گئیں۔ اور مسلمانوں کا سپہ سالار حبشیوں کی رو سے مغلوب ہو کر
حدود مصر میں واپس چلا آیا۔ اور پانچ برس تک خلیفہ کی موعودہ کمک کا انتظار کرتا رہا۔ مسلمانوں
کے پس پا ہونے کے بعد فتحمند نبیہ (کاہنہ) نے حبشی سرداروں کو جمع کیا اور ایک عجیب
وحشیانہ حکمت عملی کی تجویز کو پسند کیا۔ اُس نے کہا "ہمارے شہر اور انکا سونا چاندی ہمیشہ
عربوں کے ہتھیاروں کو اپنی طرف کشش کر لیتے ہیں۔ یہ حقیر و خوار دھاتیں ہماری کالی جماعت
کا مدعا نہیں ہیں۔ ہم زمین کی سادی پیداوار پر قانع ہیں۔ چاہیے کہ ہم ان شہروں کو تباہ
کر دیں اور انکے خزاین ان کے کھنڈرات میں مدفون کر دیں۔ جب ہمارے دشمنوں کے
طمع کے لیے کوئی تحریص نہ رہیگی تو شاید ایک جنگجو قوم کے امن میں خلل انداز ہونا چھوڑ دیں"
اس تجویز کو سب نے منظور کر لیا۔ تنجیر سے طرابلس تک عمارات یا از کم از کم قلاع تباہ کر دیئے
گئے پھل کے درخت کاٹ دیے گئے۔ معاش کے ذریعے کالعدم کر دیئے گئے ایک زرخیز
اور آباد باغ تباہی سے بیابان ہو گیا۔ اور متاخرین مورخ اپنے آبا و اجداد کی تباہی اور
اقبالمندی کے اکثر نشانات کو معلوم کر سکتے ہیں۔ یہ قصہ حال کے عربی مورخوں نے بیان
کیا ہے۔ مگر مجھے اس میں بڑا شک ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ سلف کی ناواقفیت بھی بتا

کی پسندیدگی اور وحشی لوگوں کی فلسفہ کی ستایش نے مسلمانوں کو عمداً ونیڈلز (Vandals)[1] اور ڈونا ٹسٹس[2] (Donatists) کی پہلی غارتگری سے لیکر تیس سو برس کی تباہیوں کو بیان کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اثنارِ تباہ ست میں کاہنہ نے بھی غالبًا تباہی میں اپنا حصہ لیا عام تباہی کے خطرہ نے اُن شہروں کو خوف زدہ اور کاہنہ کی حکومت سے علیحدہ کر دیا جنھوں نے پس وپیش کے بعد اُس نالایق نبیہ کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ انھیں اسلاطین قسطنطنیہ کی دوبارہ حکومت کی امید نہ تھی اور شاید وہ ایسا چاہتی بھی نہ تھی۔ اُن کی موجودہ غلامی کی حالت میں انتظام اور انصاف کے فوائد سے پہلے کی نسبت ترقی ہوئی۔ اور نہایت ذی متعصب رومن کیتھولک کو قرآن شریف کی غیر مکمل صداقتوں کو حبشیوں کی جاہلانہ اور وحشیانہ بت پرستی پر ترجیح دینا چاہیئے۔ مسلمانوں کے سپہ سالار کو صوبہ کا آزاد کرنے والا سمجھ کر انہوں نے پھر اپنے ہاں پناہ دی۔ اخلاقی مجلس کے پسند کرنے والوں نے وحشی حبشیوں کے برخلاف سازش کی۔ اور سلطانہ نبیہ پہلی لڑائی میں مقتول ہوئی جس سے اس کی باطل تھی اور سلطنت کی بنیاد و عمارت تباہ ہو گئی۔ جس کے جانشینوں کے عہد میں ایسا ہی جوش

[1] ونیڈل جرمن کی ایک قوم تھی جو بحیرہ بالٹک کے جنوبی ساحل پر آباد تھے۔ انہوں نے پانچویں صدی میں رومی سلطنت کو تاراج کیا اور تمام علوم و فنون کی یادگاروں کو جو اُنکے سامنے آئیں تباہ کر دیا۔ مترجم

[2] یہ نصاریٰ کا ایک فرقہ افریقہ میں چوتھی صدی میں تھا۔ جس کا بانی ڈوناتوس تھا۔ اسکا عقیدہ تھا کہ اگرچہ مسیح بھی اُسی چیز سے بنا ہے جس سے خدا یعنی باپ۔ مگر تاہم بیٹا۔ باپ سے کچھ کم ہے۔ رومن کیتھولک چرچ غلطی سے مبرا نہیں ہے۔ بلکہ اُس میں کچھ تبدیلی ہو گئی ہے جس کی اصلاح کے لیے ہم آیا ہوں۔ مترجم

بھی پیدا ہوا جسے آخر کار موسیٰ اور اسکے دو بیٹوں کی شجاعت نے دبا دیا۔ تین لاکھ قیدیوں کی تعداد سے کل باغیوں کی تعداد کا اندازہ ہو سکتا ہے ساٹھ ہزار قیدی امیر خلیفہ کا خمس بیت المال کے فایدہ کے لیئے فروخت کیے گئے۔ تیس ہزار حبشی نوجوان لشکر میں بھرتی کیے گئے۔ اور قرآن شریف کے علم و عمل کو ذہن نشین کرنے کی موسیٰ کی سچی محنتوں نے اہل افریقہ کو رسول خدا اور امیر المومنین کی اطاعت کا عادی بنا دیا۔ آب و ہوا حکومت اور معاشرت میں خانہ بدوش حبشی عرب کے بدویوں سے مشابہ تھے۔ اجابت اسلام کے ساتھ ہی وہ عربوں کے نام اصل اور زبان اختیار کرنے پر فخر کرتے تھے۔ باشندوں اور اجنبیوں کا خون آہستہ آہستہ باہم مل گیا۔ اور دریائے فرات سے بحر اوقیانوس تک ایشیا اور افریقہ کے ریتلے میدانوں میں پھیلی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ تاہم میں اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ خالص نسل کے عربوں کے پچاس ہزار خیمے دریائے نیل کے پار بھیجے گئے۔ اور صحرائے لیبیا میں جا بجا پھیلا دیے گئے۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ حبشیوں کے پانچ قومیں اب تک وحشی محاورہ استعمال کرتے ہیں اور گورے اہل افریقہ کے نام و خصلت سے موسوم ہیں۔

قطعات تاریخ طبع کتاب ہذا از نتائج طبع خاکسار عبد الغنی غنی کاتب کتاب ہذا

مولوی نور بخش صاحب علم ✦ ترجمہ جو کرن کتاب گبن
پئے سالش غنی رقم کردہ ✦ گلستان ابوبی تاریخ شد
۱۲۰۸ ۱۳۰۰ ۱۱

قطعہ دوم

نسخہ سیر تا حسن کہ نوشت مولوی نور بخش مشفق ما
زیب طبع یافتہ ہمرا ورق چون گلچمن
داد ہاتف ندا سراپا زیب طبع شد سیر تا حسن حسن
۱۳ ۱۱

پیسکول ڈی گینگوس صاحب Pascual De Gayangos. کا ریمارک

پیسکول ڈی گینگوس صاحب ایک نامی فرانسیسی مورخ ہیں۔ کو ان کے ریمارک کو جو انہوں نے ایک نہایت صحیح اور پرانی تاریخ ہسپانیہ کے ترجمہ کے شروع میں دیا ہے۔ ہمارے ترجمہ سے چنداں تعلق نہ تھا۔ لیکن چونکہ ہم نے خود بھی گبن پر چند ریمارک کئے ہیں۔ اسلیئے ان کی تصدیق کے لیئے کتاب کے آخر میں اُسکا ہونا دلچسپی سے خالی نہیں ہوسکتا۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ ہمارے ناظرین بھی اسے شوق سے دیکھیں گے۔

ترجمہ ریمارک

یورپ کے جنوب میں عربوں کی بستیاں اور فتوحات اُن واقعات میں شمار ہوسکتی ہیں جن میں ہماری تحقیقات و توجہ کو مصروف ہونا سب سے عمدہ خیال کیا جاتا ہے۔ حضرت محمد صلعم کے پیرو خواہ اُنہیں پرجوش جنگجو خیال کرلو جنکے کامیاب ہتھیاروں نے ہمارے براعظم میں خوف اور پریشانی پھیلا دی۔ یا ایک مہذب قوم سمجھ لو۔ جو تعلیم و تہذیب کے دور میں ہمارے رہبر تھے۔ بیشک موجودہ یورپ کی تاریخ میں ایک ممتاز جگہ کے مستحق ہیں۔ ......

...... اُن کی تاریخ کا وہ حصہ جو خصوصاً انکے جزیرہ نماے ہسپانیہ کی فتح سے متعلق ہے۔ ہوشیاری سے تحقیقات کرنے کے لائق ہے۔ ہسپانیہ ہی سے وہ خوفناک مہمات شمالی یورپ میں آئیں جنہوں نے کئی دفعہ یورپ کے آزادیوں کو دھمکایا۔ ہسپانیہ ہی میں اس تہذیب کی پہلی شعاعیں نکلیں جس نے بعد میں تمام مسیحی دنیا کو روشن کردیا۔ کارڈووا۔ اور طلیطلہ کے عربی سکولوں میں یونانی علوم کی کھلائی ہوئی جنکا زبان ہمارے واسطے جمع کی گئیں اور جو ہوشیاری سے محفوظ رکھی گئیں تھیں۔ عربوں ہی کی دانائی اور محنت کی وجہ سے زمانہ حال

کی اکثر نہایت ہی مفید اور مشہور اسپانین دریافتیں ہوئیں یا پھیلیں ۔

یہ واقعات اب خواہ کیسی ہی صحیح اور ممتنع الانکار معلوم ہوں ۔ مگر یورپ کے فاضلوں نے انھیں بڑی مدت کے بعد تسلیم کیا تھا ۔ عربوں پر بجائے اسکے کہ موجودہ زمانہ انکا شکرگزار ہو جسکے وہ بیشک مستحق ہیں ۔ اکثر دفعہ یہ الزام لگایا گیا ہے ۔ کہ انہوں نے زمانہ حال کے علم کے آغاز کو تباہ کر دیا ہے ۔ شاید یورپ کے کسی ملک میں اس ناحق الزام کے مضر اثر ایسی تیزی سے نہ پھیلی تھی جیسا کہ ہسپانیہ میں جو ایک زمانہ میں اُن کی شان و شوکت کی جگہ تھی ۔ اور جسنے اُن کی تہذیب کے فوائد کا بہت ہی بڑا حصہ لیا ۔ مگر آخر اور ہسپانیہ کے سب سے بڑے معتبر مورخوں نے جنھیں سخت قومی نفرت یا مذہبی تعصب کے جوش نے تحریک دی ہے ہمیشہ اُن عربوں کی تصانیف سے نہایت ہی بڑی نفرت ظاہر کی ہے جنکو وہ مورخ اکثر "بے رحم جنگجو قوم اخلاقی تعلیم اور علم کے دشمن" کے نام سے بدنام کرتے ہیں ۔

تجسس کے اُن ذریعوں کو چھوڑ کر جو عربوں کی تاریخی تصنیفات کی بدولت انھیں ملتے اور نیز اُن فوائد سے مستفید ہو کر جو ایک ہی واقعات کو مسلمانوں اور عیسائیوں کے بیانات میں باہمی مقابلہ سے حاصل ہوتی انہوں نے اپنی تاریخیں خصوصاً یکطرفی قومی اسنادات لکھی ہیں ۔ یہ مورخ جنہوں نے عربی ریاستوں کے انقلابات ان کی خانہ جنگیوں اور شاہی خاندانوں کی طرف توجہ نہیں کی ۔ اور ان کی سوشل حالت یا ان کی طاقت کے عروج و زوال پر ذرا بھی غور و تحقیقات نہیں کی ۔ ان سب باتوں کا تاریخ سے جسے وہ لکھتے تھے بہت بڑا تعلق ہے ۔ اپنی تاریخیں لکھتے چلے گئے ۔ اور اسلامی ریاستوں کے انقلابات ۔ کو بالکل مد نظر نہیں رکھا ۔ اور گویا اپنے ملک و مذہب کے دشمنوں پر ذرا بھی نظر نہیں پڑنے دی ۔ مسٹر گیانگس کی اُن کی تصانیف پڑھتے ہیں ۔ بیان کے محتاج نہیں ۔ ہسپانیہ کی تاریخ جو زمانہ وسطیٰ میں لکھی گئی

اختلاف اور قصہ کہانیوں کا ایک سلسلہ ہے۔ اور اگرچہ نکتہ چینیوں نے زمانہ حال میں صحت کے لئے) بہت کوشش کی ہے۔ مگر اب بھی یہی حال ہے۔ اُن مورخوں سے (قصہ کہانی کے سوا) اور کیا امید ہو سکتی ہے جنہوں نے مور سکو مکیوئل ڈی لونا کی سراسر غلط تاریخ کو دلیری سے صحیح مان کر آنکھیں بند کر کے اپنی تاریخوں میں اسے نقل کیا ہے۔ یہ ظاہرا کہا جا سکتا ہے کہ اس فرانسیسی مورخ کی کتاب اندلسی مسلمانوں کی کوئی تاریخ نہ تھی۔ بلکہ اُن سنجیدہ محققوں کی تفریح طبع کے لیے ایک تماشا تھی۔ جن کے حسب فرمایش یہ لکھی گئی تھی۔ کیونکہ اپنے اباؤ اجداد کی زبان سے ناواقفیت جو اس کی کتاب کے الفاظ سے پورے طور سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس امر کے نہ جاننے کا تو عذر نہیں ہو سکتا کہ یعقوب المنصور جس کے عہد میں یہ مورخ مسلمانوں کی فتح ہسپانیہ کو بیان کرتا ہے اس واقعہ کے پانچ سو برس بعد ہوا ہے۔

مگر یہ انصاف نہ ہوگا کہ ہم غلطیات مذکورہ بالا کو صرف اُن مورخوں کے اصلی یا مذہبی تعصب کی طرف منسوب کریں۔ جو اور طرح سے اپنی نکتہ چینی یا علم کی وجہ سے قابل تعریف ہیں۔ اصلی باعث گورنمنٹ ہسپانیہ کی باطل پرستی اور حسد و تعصب میں مل سکتا ہے۔ کبھی اُس نقصان کے پورا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ جو کارڈینل زیمنز کی وحشیانہ حکم سے پہنچا کہ سب سے زیادہ جو چیز تمام ہسپانیہ کی قدیمی یادگاروں اور تاریخ کو پہنچی یا پہنچا۔ اس نے ہمیشہ اسی ہزار (بقول رابرٹ صاحب دس لاکھ پانچ ہزار) عربی کتابیں غرناطہ کے چوک میں اس بہانے سے جلوادیں کہ اُن میں مغلوب قوم میں اشاعت انجیل کے برخلاف اصول ہیں۔ اور جو کتب اب بھی اندلس مسلمانوں کی پاس باقی تھیں انھیں سرگرمی سے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جلوا دیا۔ عربی زبان کے بارے میں یہ فتویٰ دیا گیا کہ چونکہ

یہ ایک ملی اور واجب الفضل قوم کی زبان ہے اسلئے سوائے مذہبی مقامات کے کسی عیسائی کو اس کی تحصیل نکرنا چاہیے۔ اور کچھ ہی کتابیں جو اس عام تباہی سے بچیں جاہل یورپیو کے ہاتھ میں رہیں۔ اور یہ خیال کیا گیا کہ یا درسی ہی ہیں جو انکے مطالعہ کے قابل ہیں۔ او جنپر اثر بد پڑنے کا کچھ خطرہ نہیں ہے۔ (اس فتوے سے وہاں کے عیسائیوں کا تعصب مذہبی اور تعلیم خوب ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ فتوے قابل یادداشت ہے۔ مترجم)

ریمارک منجانب جناب منشی محمد قاسم صاحب ڈرافسمین از دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں نے مولوی نور بخش صاحب کے رسالہ سیرت حسن ترجمہ تاریخ گبن۔ کو بغور دیکھا لاریب مولوی صاحب نے اس رسالہ کے ترجمہ کرنے میں کمال جانفشانی اور عرقریزی کو کام فرمایا ہے۔ تمام متنازعہ فیہ معاملات پر کامل غور اور تفتیش کے بعد حاشیہ چڑھایا ہے۔ جس سے [illegible] کی اصلیت کو بموجب مثل دودھ کا دودھ۔ پانی کا پانی علیحدہ کر دکھایا ہے۔ اسوقت قوم کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے اس رسالہ کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ مولوی صاحب نے اس رسالہ میں ان اسلامی محاربات کا جو خلیفہ اول کے وقت سے فتوحات مصر کے [illegible] تک غیر قوموں کے مقابلہ میں واقع ہوئی تھیں نہایت سلیس اردو میں ترجمہ فرمایا ہے [illegible] قوم کے خیر اندیش کیپید جنریشن کو مبارکباد دیتے ہیں کہ یہ رسالہ ان کے لیے کسی طرح فائدہ سے خالی نہیں۔ تاریخ نویسی کے علاوہ ترجمہ کا لطف بھی اعلیٰ درجہ کا حاصل ہو سکتا ہے۔

ہم نوجوانوں کے علاوہ اپنے ان مسن مسلمانوں کو بھی جو آج تک اپنے انہیں پرانے خیالوں کی تائید میں انگریزی زبان یا اس میں تحریر شدہ مضامین سے نفرت کرتے ہیں اس

طرف توجہ دلاتی ہیں۔ کہ وہ اپنے اس دقیانوسی مہمل خیال کو بالائے طاق رکھکر اس رسالے
کو محبت کی نگاہ سے دیکھیں۔ زمانہ کی رفتار نے اس بات کی ضرورت ضرور پیدا کر دی
ہے۔ کہ اس قسم کے رسائل ترجمہ ہو ہو کر قوم کے آگے پیش کیے جایا کریں۔ ہمکو اس امر کے
تسلیم کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ ایسی انگریزی تاریخیں محض ہماری انھیں عربی تاریخوں
سے اقتباس کی گئی ہیں جسکو آج دنیا رشک کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے۔ لیکن نہیں اب
ہمیں جس ضرورت کے لیے تاریخوں کی ضرورت ہے وہ وہی تاریخیں ہیں جو غیر قوموں کی
بیباک مورخوں کی خون بہانے والی قلموں سے لکھی گئی ہیں۔ ہمارے پاس اگر ان الزامات
کے جو غیر قوموں نے اپنے تعصب سے اسلام یا حامیان اسلام پر لگائے ہیں بچنے کی کوئی سبیل
ہے تو یہی تاریخیں جنکو ہم آج تک حقارت کی نگاہ سے دیکھتے آئیں۔ اب ہم خدائے تعالی کی
جناب میں دعا کرتے ہیں کہ وہ قادر مطلق مولوی نور بخش صاحب کی عمر میں برکت دے
اور انکے ارادوں میں استقامت بخشے۔ کہ وہ اپنی نئی تعلیم کو اور بھی زیادہ اپنے پیارے اسلام
کا تقدس پہنچانے کے کاموں میں صرف کیا کریں۔ آمین ثم آمین۔ ہماری یہ بھی دعا ہے کہ خداوند
ان مسلمان بھائیوں کے دلوں میں جو اپنے پرانے خیالوں کے مطابق اکثر ایسے کاموں میں
سدراہ ہوتے آئیں چشم بصیرت عطا فرمائے کہ وہ اپنی فاش غلطی کا حقہ معلوم کرکے اپنی فاسد خیال
زہریت سے اپنے پیارے اسلام کو ضعف پہنچانے کی کوشش نفرماویں۔ آمین ثم آمین۔

محمد عبد الغنی کاتب کتاب ہذا کیطرف سے مبارک

میں نے رسالہ سیرت حسن ترجمہ تاریخ گبن مترجمہ مولوی نور بخش صاحب ایم اے
اول سے آخر تک حرفاً حرفاً مطالعہ کیا۔ میں نہایت خوشی سے اس بات کا اظہار کرتا ہوں۔ کہ

مولوی صاحب اُن سب وقتوں کو جو ایسے اہم کاموں میں سدراہ ہوا کرتی ہیں قومی خدمت کی وجہ سے
عین راحت خیال کر کے اپنے منصبی فرائض سے بہت کچھ سبکدوش ہو گئے ہیں۔ اس نایاب رسالہ
میں فتوح العجم والشام والمصر کے مختصر مگر صاف صاف حالات۔ اس خیر وخوبی کے ساتھ بیان
کیئے گئے ہیں کہ اسکو بجز حسن کہنا کسی طرح بیجا نہیں ہوسکتا گو یہ قلیل الحجم کثیر المنفعت کتاب کامل
تاریخ اسلام نہیں ہے۔ مگر تاہم اسکے مختصر پرجوش اور سچے واقعات اہل اسلام کے دل میں حمیت
اسلامی اور غیرت مذہبی پیدا کرنے کے لیئے کچھ کم مؤثر نہیں ہیں۔ میرے خیال میں ہر منصف
مزاج کو اس کتاب کے دیکھنے سے صاف معلوم ہو جائیگا کہ ہمارا اسلام کسقدر سچا ہے۔ اور
کس نیک نیتی اور رحمدلی کے ساتھ پھیلایا گیا ہے اور اسکے اشاعت کرنے والے کیسے حق
پرست اور رحمدل تھے۔ اور اُسنے بلا ضرورت کبھی سخت گیری سے کام نہیں لیا۔ ہر لڑائی کے
شروع میں اُنکو یہ نصیحت کی جاتی تھی کہ میوہ دار درختوں اور کھیتوں کو مت جلاؤ اور بوڑھے
بچوں۔ راہبوں اور عورتوں کو ہرگز تکلیف نہ دو۔ قطع نظر اسکے کونسی سلطنت ہے جسنے سوائے
جدال وقتال کے فروغ پایا ہو۔ اور کونسا مذہب ہے جو سوائے جور و تعدی کے پھیلا ہے۔ میں دعوے
سے کہتا ہوں کہ دنیا کے کل مذاہب میں سے ایک بھی ایسا نہ پایا جائیگا جو اسلام کی نسبت زیادہ
رحیم اور عادل ہو۔ عیسائی مذہب جو نہایت ہی بیجا انکساری اور رحم کا مدعی ہے۔ اور جو
بعض مسائل حد سے زیادہ بردباری کا اظہار کرتے ہیں۔ اکثر موقعوں پر ایسے ظالمانہ برتاؤ ظہور میں
آئے ہیں کہ الامان۔ اور آریہ دین کے رحم کا حال بھی بیچارے شودروں کی شودری ظاہر کر رہی
خیر یارا چہ از یں قصہ گبن صاحب مصنف کتاب تاریخ۔۔۔ کی راہ سے سکندریہ کی لائبریری
پر نہایت ہی سخت رائے ظاہر فرمائی ہے۔ انہوں نے اس موہوم گمشدہ قصہ کی بنا پر اہل
مذہب کی تردید کی ہے۔ اور مولوی صاحب نے جا بجا بیش قیمت تحریروں سے ثابت کیا ہے کہ اشاعت اسلام سے پہلے کئی سو سال کی

کے عرصہ میں مختلف وقتوں میں خاص اسکندریہ کے تین بڑے بڑے کتب خانے عیسائیوں کے ہاتھوں جل چکے ہیں۔ اور تعصب کی راہ سے مسلمانوں کے ذمے لگا دیئے یہ بھی انکی راستگوئی کا ایک نمونہ ہے۔ مجھے بعض بعض پرانے فیشن کے سادہ لوح مسلمانوں پر افسوس آتا ہے جو ایسے واقعات کو فخر یہ طور سے بزرگان دین کے ذمہ لگاتے ہیں۔ کیا تعجب کی بات ہے کہ غیر اقوام کے بعض بے تعصب اشخاص تو اسلام کو ایسے الزاموں سے پاک سمجھیں اور انکو دور کریں۔ اور یہ لوگ مسلمان ہوکر اسے بدنام کریں (نعوذ باللہ) مگر حقیقت میں ان لوگوں کا کچھ قصور نہیں ہے کیونکہ وہ کم فہمی اور ناواقفی سے ایسے معاملات پر فخر کرتے ہیں۔ خدا انکو ایسی باریکیاں سمجھنے کا مادہ عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین۔ اخیر میں یہ دعا ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو اولوالعزمی کی ہمت عطا فرماوے۔ اور وہ اسلام کی خدمت کے لیے کمربستہ ہوکر سعی فرماویں اور ہمیں بھی خدا ایسے نیک کاموں کی توفیق عنایت کرے آمین ثم آمین۔ محمد عبدالغنی عفی عنہ

اطلاع

اسکے بعد ہم انشاءاللہ تعالیٰ اندلس اور قسطنطنیہ کی فتح کا حال اسی معتبر کتاب سے ترجمہ کرکے پبلک کی خدمت میں پیش کرینگے اور جابجا عمدہ عمدہ معتبر حواشی بھی درج کریں گے۔ اور اس میں یہ بھی ثابت ہوگا کہ مسلمانوں نے اپنی عہد حکومت میں عیسائیوں سے کیسا برتاو کیا۔ اور عیسائیوں نے مسلمانوں کو شکست دینے کے بعد انکے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فقط

نور بخش ایم اے

ہیڈ مولوی ایم بی ہائی سکول دہلی۔ ۱۰ مارچ ۱۸۹۴ء

DATE	NO.	DATE	NO.
24/71			